محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید سیریز
سی مون
اشتیاق احمد
212
Atlantis Publications

تفریح بھی ، تربیت بھی

اٹلانٹس پبلیکیشنز صحت مند ، اصلاحی اور دلچسپ کہانیوں اور ناولوں کی کم قیمت اشاعت کے ذریعے ہر عمر کے لوگوں میں مطالعے اور کتب بینی کے فروغ کیلئے کوشاں ہے۔

ناول	سی مون
نمبر	انسپکٹر جمشید سیریز نمبر 212
پبلشر	فاروق احمد
قیمت	120 روپے

ISBN 978-969-601-080-7

ناول حاصل کرنے اور ہر قسم کی خط و کتابت اور رابطے کیلئے مندرجہ ذیل پتے پر رابطہ کریں۔

اٹلانٹس پبلیکیشنز

36-A ایکسٹینشن سٹریٹ B-16 سائٹ کراچی۔

0300-2472238, 32578273, 34268800

ای میل atlantis@cyber.net.pk

www.inspectorjamshedseries.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمود ، فاروق ، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید کے کارنامے

سی مون

اشتیاق احمد

اٹلانٹس
پبلیکیشنز

ایک حدیث

حضرت بریدہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ
مسلمانوں کو سکھاتے تھے کہ جب وہ قبرستان
جائیں تو یہ دعا پڑھیں، (یعنی) اے گھر والو مومنو
اور مسلمانو تم پر سلامتی ہو، ہم بھی اگر اللہ نے چاہا
تو تم سے آملیں گے اور دعا کرتے ہیں ہم اللہ
سے اپنے لیے اور تمہارے لیے عافیت
کی۔

☆☆☆

ناول پڑھنے سے پہلے یہ دیکھ لیں کہ:

☆ یہ وقت عبادت کا تو نہیں۔
☆ آپ کو اسکول کا کوئی کام تو نہیں کرنا۔
☆ آپ نے کسی کو وقت تو دے نہیں رکھا۔
☆ آپ کے بڑے گھر والوں نے کوئی کام تو نہیں لگا رکھا۔
اگر ان باتوں میں سے کوئی ایک بات بھی ہو تو ناول الماری میں رکھ دیں، پہلے عبادت اور دوسرے کاموں سے فارغ ہولیں، پھر ناول پڑھیں۔
اشتیاق احمد

نئے قارئین کیلئے انسپکٹر جمشید سیریز کا تعارف

انسپکٹر جمشید محکمہ سراغرسانی کے سب سے مشہور سراغرساں ہیں .....انہیں جو کیس بھی دیا جاتا ہے وہ اسے حل کر کے چھوڑتے ہیں آج تک کوئی ایسا کیس نہیں ہے جو انہیں ملا ہو اور ان سے حل ہوسکا ہو...... وہ مجرم کو عجیب و غریب طریقوں سے پکڑتے ہیں ...... اس طرح کہ مجرم کو وہم وگمان بھی نہیں ہوتا کہ انسپکٹر جمشید کا گھیرا اس کے گرد تنگ ہوتا جارہا ہے ...... اسے تو بس اس وقت پتا چلتا ہے جب وہ اسکے خلاف تمام ثبوت حاصل کرنے کے بعد اس پر ہاتھ ڈال دیتے ہیں ......

محکمہ سراغرسانی کے تمام آفیسر تو ان کا لوہا مانتے ہی ہیں ...... پولیس کے تمام شعبوں میں بھی ان کی دھاک بیٹھی ہوئی ہے ...... اپنی ذاتی زندگی کے لحاظ سے وہ حد درجے ایمان دار ہیں ...... رشوت سے کوسوں دور بھاگتے ہیں ...... غریبوں کے بہت ہمدرد ہیں..... قانونی معاملات میں بہت سخت ہیں ...... جب کسی کے خلاف کوئی جرم ثابت ہو جاتا ہے تو پھر اس کے ساتھ نرمی نہیں کرتے ......بڑی سے بڑی سفارش کی بھی پرواہ نہیں کرتے ...... جب کسی بات پر اڑ جاتے تو پھر اس سے پیچھے نہیں ہٹتے......

ان کے تین بچے ہیں سب سے بڑے کا نام محمود احمد ہے ...... جو ہائی اسکول میں پڑھ رہا ہے .... یہ بے حد ذہین اور پھرتیلا ہے، مشکل اوقات میں بالکل نہیں گھبراتا، کوئی مصیبت آپڑے تو ڈٹ جاتا ہے، اکثر اوقات اپنے والد کی مدد کرتا رہتا ہے ......

ان کے دوسرے بیٹے کا نام فاروق احمد ہے ...... فاروق بہت چلبلا اور کھلنڈرا

ہے ...... اس پر شرارت کا بھوت ہر وقت سوار رہتا ہے...... بات بات پر لطیفے چھوڑنا، ہر وقت دوسروں کو ہنسنے اور مسکرانے پر مجبور کر دینا اس کی خاص عادت ہے ...... خود بھی مسکراتا رہتا ہے...... طبیعت میں شوخی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے یہ بھی مشکل اوقات میں کبھی نہیں گھبراتا...... درختوں پر چڑھنا اس کا محبوب مشغلہ ہے ......

فرزانہ فاروق سے ایک سال چھوٹی ہے، ذہین، بلا کی ترکیبیں سوچنے میں ماہر، انسپکٹر جمشید کو مصیبت میں دیکھ کر حد درجے فکر مند ہو جاتی ہے ......

باپ کی صحبت میں رہ کر انہیں بھی جاسوسی کاموں سے ایک خاص قسم کا لگاؤ پیدا ہو گیا ہے ...... جونہی انہیں کوئی کیس حل کرنے کے لئے ملتا ہے، وہ بھی اس میں دلچسپی لینے لگتے ہیں...... اس کی ایک ایک تفصیل ذہن نشین کر لیتے ہیں اور یہ کوشش کرتے ہیں کسی طرح وہ اپنے والد کی مدد کے بغیر ہی اس معاملے کی تہہ تک پہنچ جائیں ...... بلکہ تینوں آپس میں بھی ایک دوسرے سے آگے نکل جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ فاروق البتہ بظاہر ایسے کاموں سے جی چراتا ہے...... لیکن جب کیس میں دلچسپی لیتا ہے تو پھر ہاتھ دھو کر اس کے پیچھے پڑ جاتا ہے۔

ان کی والدہ بیگم جمشید جاسوسی بکھیڑوں اور جھنجھٹوں سے بالکل آزاد ہیں، انہیں ان کاموں سے الجھن ہوتی ہے...... لہٰذا وہ کیس کے بارے میں کوئی تفصیل جاننے کی کوشش نہیں کرتیں...... ہاں اتفاق سے کسی معاملے میں الجھ جائیں تو پھر حالات کے سامنے ڈٹ جاتی ہیں۔

محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید کے سنسنی خیز جاسوسی اور سراغرسانی کے کارناموں پر مشتمل ناولوں کا یہ سلسلہ بچوں اور بڑوں میں دیوانگی کی حد تک مقبول ہے۔ انٹیلی جنس بیورو یعنی محکمہ سراغرسانی کے لائق ترین آفیسر انسپکٹر جمشید اور ان کے تین بچوں محمود، فاروق اور فرزانہ کے ایڈونچرز کے اس دلچسپ سلسلے کے اب تک آٹھ سو ناول شائع ہو چکے ہیں اور ہر ماہ اس میں ایک نئے ناول کا اضافہ ہوتا ہے۔ ایک سلسلے کے ہونے کے باوجود اس سیریز کا ہر ناول اپنی جگہ ایک مکمل ناول ہے۔ ہر ناول ایک نئی کہانی لئے ہوتا ہے اور وہ کہانی ایک ہی ناول میں

انجام پذیر ہو جاتی ہے۔ لہٰذا آپ کوئی بھی ناول اٹھا کر پڑھنا شروع کر سکتے ہیں اس خدشے کے بغیر کہ یہ سیریز کا کوئی درمیانی حصہ ہے۔ ہر ناول ایک علیحدہ اور مکمل کہانی ہے۔

انسپکٹر جمشید سیریز کے تمام ناول ہر لحاظ سے صاف ستھرے اور ہماری معاشرتی روایات کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہیں۔ انسپکٹر جمشید کا گھرانہ ہمارے اور آپ کے گھروں کی طرح ایک سیدھا سادا گھرانہ ہے۔ تینوں بچے اسکولوں میں پڑھتے ہیں۔ انسپکٹر جمشید جب اپنے آفس سے شام پانچ بجے گھر پہنچتے ہیں تو شگفتہ بیگم یعنی بیگم جمشید چائے کی ٹرے کے ساتھ ان کی منتظر ہوتی ہیں۔ فرزانہ گھریلو کاموں میں ان کا ہاتھ بٹاتی ہے لیکن مہم جوئی اور سراغرسانی کے کارناموں میں اپنے دونوں بھائیوں کے ہم پلہ ہوتی ہے۔ انسپکٹر جمشید عام طور پر اپنے ذہین بچوں سے ہر نئے کیس کا نہ صرف ذکر کرتے ہیں بلکہ ان کی رائے بھی بغور سنتے ہیں اور اکثر ان کو عملی طور پر اپنی مہمات میں شامل کر لیتے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ جہاں وہ شامل نہ بھی کریں وہاں یہ ٹوہ لگا کر خود ہی شامل ہو جاتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ کئی مرتبہ وہ مشکوک لوگوں اور جرائم کو بھانپ کر پہلے اپنے طور پر کسی معاملے میں کود پڑتے ہیں اور بعد میں اپنے والد کی مدد حاصل کرتے ہیں۔ دفتر میں انسپکٹر جمشید کا اسسٹنٹ سب انسپکٹر اکرام مجرموں کے بارے میں معلومات کا چلتا پھرتا انسائیکلو پیڈیا ہے۔ کیس سے متعلق درکار معلومات انسپکٹر جمشید کو فراہم کرنا اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ انسپکٹر جمشید کا اپنی جان سے زیادہ خیال رکھتا ہے۔ محکمے میں چند افسران ایسے بھی ہیں جو انسپکٹر جمشید کی بے پناہ صلاحیت اور ان کی کامیابیوں کی شہرت سے جلتے ہیں ان میں انسپکٹر فاضل سر فہرست ہے جو ہمیشہ افسران بالا کے کان ان کے خلاف بھرتا رہتا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اپنی سازشوں میں کبھی کامیاب نہیں ہو پاتا۔ انسپکٹر جمشید کے اعلیٰ افسران آئی جی صاحب اور ڈی آئی جی شیخ نثار احمد انسپکٹر جمشید کو اپنے بچوں کی طرح عزیز رکھتے ہیں البتہ کبھی کبھی سیاسی دباؤ کی وجہ سے انہیں بادل نخواستہ انسپکٹر جمشید کو معطل بلکہ

برخواست بھی کرنا پڑا ہے۔ خان رحمان اور پروفیسر داؤد صاحبان ان کے بہت پرانے دوست ہیں اور ہر اہم معاملے میں مدد کیلئے ان کے ساتھ ساتھ ہوتے ہیں۔ خان رحمان کے دونوں بیٹے حامد اور سرور اور بیٹی ناز بھی کچھ مہمات میں انسپکٹر جمشید پارٹی کے ساتھ شامل رہے ہیں۔ ان کا ملازم ظہور خانساماں بھی ہے اور گھر کے باقی کام کاج بھی کرتا ہے اور اس اچکل میں کبھی سوٹ جلا بیٹھتا ہے تو کبھی ہانڈی۔ وہ اور اس کی بیوی دونوں خان رحمان کے گھر میں ایک عرصے سے ملازمت کر رہے ہیں۔ خان رحمان اکثر ہانڈی اور سوٹ جلانے کی پاداش میں ظہور کو کان پکڑوا کر مرغا بنا دیتے ہیں۔ پروفیسر داؤد کی اکلوتی بیٹی شائستہ سے بھی محمود، فاروق اور فرزانہ کی خوب بنتی ہے۔

انسپکٹر جمشید پارٹی کے ساتھ بڑی اور بین الاقوامی سطح کی مہمات میں انسپکٹر کامران مرزا، منور علی خان اور ان کے بچے بھی ساتھ ہوتے ہیں۔ کبھی شروع سے اور کبھی کسی کیس کے درمیان اتفاقیہ کہیں اچانک ان کی ملاقات ہو جاتی ہے۔ کامران مرزا اور منور علی خان آپس میں بہت پرانے دوست بھی ہیں۔ آصف کامران مرزا کے ایک اور پرانے ساتھی اور دوست محمود صاحب کا بیٹا ہے۔ آصف کے والد کاروبار کے سلسلے میں بیرون ملک رہتے ہیں لیکن وہ تعلیم کے سلسلے میں اور کامران مرزا کے فرزند آفتاب کے ساتھ گہری دوستی کے سبب ان کے ہی گھر میں بچپن سے رہتا آیا ہے۔ فرحت، منور علی خان کی بیٹی ہے اور وہ بھی بچپنا سے کامران مرزا کے گھر پر رہتی ہے۔ آفتاب، آصف اور فرحت بچپن سے ہی سگے بہن بھائیوں کی طرح رہتے آئے ہیں۔ فرحت بھی فرزانہ کی طرح ترکیبیں بتانے کی ماہر ہے۔ جب کبھی یہ سب کسی مشکل کا شکار ہو جاتے ہیں یا کسی سازش کے جال میں بری طرح پھنس جاتے ہیں، فرزانہ اور فرحت کی ترکیبوں کے سبب ہی نکل پاتے ہیں۔

ان کی زندگی اسی طرح گزر رہی ہے اور یہ ایک بہت ہی دلچسپ زندگی ہے۔

☆☆☆☆☆

السلام علیکم!

دو باتیں حاضر ہیں ... آپ سوچیں گے، یہ کیا بات ہوئی ... تو یہ کوئی بات بھی ہے کہ ناول حاضر ہے، لیکن چونکہ آپ ناول سے پہلے دو باتیں پڑھتے ہیں، اس لیے میں بھی لکھوں گا ... دو باتیں حاضر ہیں۔

ان دو باتیں میں اگر میں یہ کہوں ... یا لکھوں کہ یہ ناول ایک ننھا سا خاص نمبر ہے ... ننھا سا سے مراد یہ کہ عام ناول سے چند صفحات بھی زائد نہیں ہیں، لیکن اس کے باوجود اسے ایک ننھا سا کاص نمبر کہا جا سکتا ہے ... مطلب یہ کہ کہانی کے لحاظ سے ... پلاٹ کے لحاظ سے ... یا پھر ایک اور لحاظ سے بھی ... ایک اور کس لحاظ سے ... یہ نہیں بتاؤں گا ... کچھ سسپنس تو دو باتیں میں بھی ہونا چاہیے ... یوں یہ پوری زندگی نام ہی سسپنس کا ہے ... دیکھیے نا ... ہر شخص ایک شدید سسپنس میں مرتے دم تک مبتلا رہتا ہے کہ نہ جانے مرنے کے بعد ہمارا کیا انجام ہوگا۔

اللہ تعالیٰ سب کا انجام بخیر فرمائے ... اب ناول کا انجام جاننے کے لئے بے چین ہو جایئے۔

ارے!

''میں اپنا نام بتائے بغیر آپ کے گھر میں کچھ دیر کچھ وقت گزارنے کا خواہش مند ہوں۔''

ملاقاتی کا یہ جملہ سن کر بیگم جمشید حیرت زدہ رہ گئیں، پھر حیرت پر قابو پاتے ہوئے بولیں:

''وقت کس سلسلے میں گزارنا چاہتے ہیں؟''

''میں جانتا ہوں ... اس وقت نہ بچے گھر میں ہیں، نہ انسپکٹر صاحب ... لہٰذا ان کی آمد تک وقت ہی گزارا جا سکتا ہے۔''

''تو آپ ان سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں؟''

''جی ہاں! یہی سمجھ لیں۔''

''تو پھر دفتر چلے جائیں ... دفتر سے فارغ ہو کر اسکول چلے جائیں، ان سے ملاقات ہو جائے گی۔''

''میں ان سے نہ تو اسکول میں ملاقات کر سکتا ہوں اور نہ دفتر میں۔''

"گویا صرف گھر پر ملاقات کریں گے ... اس صورت میں آپ کو اپنا نام بتانا ہوگا۔"

"نام تو خیر میں نہیں بتاؤں گا۔"

"کیوں ... کیا انسپکٹر صاحب آپ کو جانتے ہیں؟"

"میری ان سے کبھی ملاقات نہیں ہوئی، تاہم انہوں نے میرا نام ضرور سُن رکھا ہوگا۔"

"اس کا مطلب ہے، آپ مشہور آدمی ہیں ... کیا آپ اسی ملک کے رہنے والے ہیں؟" بیگم جمشید بولیں۔

"آپ نے کیا اندازہ لگایا؟" اس نے پوچھا۔

"اس میں شک نہیں کہ آپ اردو بہت صاف لہجے میں بول رہے ہیں، لیکن اس کے باوجود میں یقین سے کہہ سکتی ہوں کہ آپ غیر ملکی ہیں۔"

"آپ کا اندازہ درست ہے۔"

"ایک غیر ملکی کو ... اس کی پُراسرار خواہش کی وجہ سے میں بھلا کس طرح گھر میں داخل ہونے کی اجازت دے سکتی ہوں ..." انہوں نے کہا۔

"میں اگر چاہوں ... تو گھر کے اندر بغیر اجازت بھی داخل ہو سکتا ہوں اور کوئی مجھے روک نہیں سکتا، لیکن میں ایک بہت ہی شریف انسان ہوں ... اور آپ گھر میں اکیلی ہیں ... ورنہ میں اپنا دعویٰ ثابت کر کے

دکھاتا۔"

"آپ کی بات پسند آئی ... میں دروازہ بند کر رہی ہوں اور آپ کو اجازت دیتی ہوں کہ گھر کے اندر داخل ہو کر دکھائیں۔"

"محترمہ ... محترمہ ... یہ میرے لیے ذرا بھی مشکل نہیں ... میں نہیں چاہتا کہ آپ شرمندہ ہوں ... اس لیے آپ مجھے ڈرائنگ روم میں بٹھا دیں ... یہی بہتر رہے گا۔"

"نہیں ... اب آپ چیلنج کر چکے ہیں ... آپ کو اپنی بات ثابت کرنا ہوگی۔"

"بہت بہتر محترمہ ... جیسے آپ کی مرضی ... دراصل میں خواتین کا بے پناہ احترام کرتا ہوں ... کبھی ان پر ہاتھ نہیں اٹھاتا، وہ مجھ پر لاکھ حملے کریں ... میرے خلاف کوئی بھی قدم اٹھائیں، لیکن میں ان پر ہرگز حملہ نہیں کرتا ... لہٰذا میں اس وقت بھی آپ کی خواہش کا احترام کروں گا ... آپ دروازہ بند کر لیجیے ... میں آپ کو پانچ منٹ کی مزید مہلت دیتا ہوں، آپ پانچ منٹ تک گھر کے دوسرے دروازے اور کھڑکیاں بھی چیک کر لیجیے۔"

"شکریہ ... نظر تو تم شریف ہی آدمی آتے ہو ..." بیگم جمشید نے مسکرا کر کہا اور دروازہ بند کر لیا، پھر انہوں نے پائیں باغ والی کھڑکی بند کی ... ان کے کمرے کا دروازہ بھی باہر سے بند کیا ... زینہ اندر سے بند کیا اور اطمینان سے فون کی طرف بڑھیں ... اب وہ دفتر

فون کرکے اس پُراسرار آدمی کے بارے میں بتانا چاہتی تھیں ... اس وقت تک جو گفتگو ہوئی تھی وہ دروازے کی اوٹ سے ہوئی تھی ... کھلے دروازے سے اس نے نہ تو اندر داخل ہونے کی کوشش کی تھی اور نہ ان کو دیکھنے کی کوشش کی تھی ... ادھر وہ بھی مکمل طور پر دروازے کی اوٹ میں رہی تھیں ... اس لیے ابھی تک اس کا حلیہ اور قد و قامت نہیں دیکھ سکی تھیں۔

انہوں نے فون کا ریسیور اُٹھا کر کان سے لگایا اور پھر ٹھٹک کر رہ گئیں ... لائن مردہ تھی ... اب تو ان کی پیشانی پر بل پڑ گئے ... آنے والا اتنا اناڑی نہیں تھا ... ابھی صحن کی کرسی پر بیٹھے انہیں چند منٹ ہی گزرے تھے کہ محمود اور فاروق کے کمرے کا دروازہ کھل گیا۔

ان کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں، کیوں کہ دروازہ تو انہوں نے اس طرف سے بند کر رکھا تھا ... چٹخنی گرنے کی آواز بھی انہوں نے نہیں سنی تھی، پھر آخر دروازہ کس طرح کھل سکتا تھا ... وہ جان نہ سکیں، نہ دروازے کا جائزہ لے سکیں کیوں کہ دروازہ اِدھر سے بند کرکے اب وہ ان کے آگے تنا کھڑا تھا:

''میں نے اپنا دعویٰ سچ کر دکھایا ہے ... اب تو میں ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر ان کا انتظار کر سکتا ہوں نا؟''

''ہاں! ضرور ...'' انہوں نے کھوئے کھوئے لہجے میں کہا۔

''ڈرائنگ روم کس طرف ہے؟''

''وہ سامنے ڈرائنگ روم کا دروازہ ہے ...'' انہوں نے بتایا۔

اس نے لمبے لمبے ڈگ بھرے اور ڈرائنگ روم میں داخل ہوگیا ... دروازہ کھلا چھوڑ دیا ... وہ ایک لمبے قد کا پتلا دبلا اور سیدھا سادا آدمی نظر آیا تھا ... اچانک بیگم جمشید کو فون کی مردہ لائن یاد آئی ... انہوں نے ریسیور اُٹھا کر پھر کان سے لگایا ... لائن بدستور مردہ تھی ... ان سے رہا نہ گیا، اُٹھ کر ڈرائنگ روم کے دروازے کی قریب آئیں اور بولیں:

''آپ نے فون کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟''

''اوہ ہاں! میں نے اس کی تار کے ساتھ ایک ننھا سا آلہ چپکا دیا ہے ... اب جب تک وہ آلہ چپکا ہوا ہے، فون کام نہیں کرے گا۔''

''لیکن کیوں ... میں تو فون کے ذریعے آپ کی آمد کی اطلاع دینے والی تھی ... اس طرح آپ کی ان سے ملاقات ہوجاتی ...'' وہ بولیں۔

''نہیں! میں ان سے وقت پر ہی ملاقات کرنا پسند کروں گا۔''

''تب پھر اتنا پہلے آنے کی کیا ضرورت تھی؟''

''باہر بھی تو بے کار پھر رہا تھا ... سوچا، کیوں نہ یہاں آکر بیٹھ جاؤں۔''

''ہوں ... اچھا ... میں آپ کے لیے چائے بنا کر لاتی ہوں۔''

''آپ اور میرے لیے چائے بنائیں گی ...'' اس کے لہجے میں

حیرت تھی۔

''ہاں! آپ کوئی بھی ہوں ... کسی بھی مقصد کے تحت آئے ہوں ... اب جب کہ میرے گھر کے ڈرائنگ روم میں آکر بیٹھ گئے ہیں تو میرا یہ فرض بنتا ہے کہ آپ کو چائے پانی کے بغیر نہ رہنے دوں۔''

''شکریہ! مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں۔''

''چائے تو خیر آپ کو پینا پڑے گی۔''

''جیسے آپ کی مرضی، لیکن ایک بات کا خیال رہے ...'' اس نے خوش گوار لہجے میں کہا۔

''جی فرمایئے۔''

''آپ گھر سے باہر جانے کی کوشش نہیں کریں گی۔''

''ارے وہ کیوں؟'' انہوں نے حیران ہو کر کہا۔

''اگر مجھے آپ کے گھر سے باہر جانے پر کوئی اعتراض ہوتا تو پھر فون کی لائن خراب کرنے کی کیا ضرورت تھی۔''

''تو آپ چاہتے ہیں، میں نہ فون پر کسی سے بات کروں ... نہ باہر جا کر کسی سے کوئی بات کر سکوں۔''

''ہاں! یہی میری خواہش ہے ... اور ایک مہمان کی خواہش کا آپ کو احترام کرنا چاہیے۔''

''اچھی بات ہے ... میری ایک بات کا جواب دینا پسند کریں گے۔''

''ایک کیا ... آپ سو باتیں پوچھ سکتی ہیں ...'' اس نے فوراً کہا۔

''ابھی میں سو باتیں نہیں پوچھ سکتی ... آپ ایک ہی بات بتا دیں اور وہ یہ کہ اگر میں آپ کی خواہش کا احترام نہ کروں اور دروازے سے باہر نکلنے کی کوشش کروں تو آپ کیا کریں گے؟''

''میں تو کچھ بھی نہیں کروں گا ... ہاں آپ ضرور ناکام ہو جائیں گی ... میرا مطلب ہے آپ دروازے سے باہر نہیں جا سکیں گی۔''

''آپ کی بات سمجھ میں نہیں آئی۔''

''کوشش کر کے دیکھ لیں، پھر سمجھ جائیں گی ...'' اس نے کہا۔

بیگم جمشید کی حیرت بڑھ گئی ... نہ جانے کتنے بڑے بڑے جرائم پیشہ لوگوں سے ان کا واسطہ پڑ چکا تھا، لیکن یہ شخص کچھ زیادہ ہی نرالا محسوس ہو رہا تھا۔

وہ خاموشی سے باورچی خانے کی طرف مڑ گئیں ... انہوں نے سوچا ... پہلے ملاقاتی کے لیے چائے تیار کر دیں، پھر دروازے کی طرف جا کر دیکھیں گی ... پندرہ منٹ بعد وہ ایک ٹرے میں چیزیں سجا کر باہر نکلیں اور ڈرائنگ روم کے دروازے پر آ کر بولیں:

''چائے ضرور ہے ... ٹرے پکڑ لیں۔''

''بہت بہت شکریہ ... آپ نے یوں ہی زحمت کی۔''

''ٹرے پکڑ لیں۔''

''اچھا! اگر آپ کی یہی خواہش ہے تو مجبور ہوں، کیوں کہ میں

خواتین کا بہت احترام کرتا ہوں۔''

''یہ بات آپ پہلے بھی بتا چکے ہیں۔''

''بتا چکا ہوں نا...'' اس نے خوش ہو کر کہا۔

''ہاں! بالکل...'' وہ بولیں۔

''اور میں اس بات میں بالکل پورا اُتروں گا... آپ دیکھ لیجیے گا۔''

''ابھی تک آپ نے ڈرے نہیں پکڑی۔''

''شکریہ!'' قدموں کی آواز سنائی دیا ور پھر ہاتھ بڑھا کر ڈرے پکڑ لی گئی... گویا اسے پردے کا خیال بھی تھا۔

اب وہ واپس مڑیں... صحن میں بیٹھ کر انہوں نے دروازے تک کے راستے کا جائزہ لیا... راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی اور نہ وہ خود صدر دروازے سے اندر آیا تھا... آخر ہمت کر کے وہ اٹھیں اور آہٹ پیدا کیے بغیر دروازے کا ہینڈل پکڑ کر کھینچا، لیکن دروازہ نہ کھلا... اب وہ محمود اور فاروق کے کمرے کے دروازے پر آئیں... اس پر دباؤ ڈالا، لیکن وہ بھی نہ کھلا، انہوں نے اس کی طرف حیرت زدہ انداز میں دیکھا... یہ ان کی زندگی کا حیران کن ترین لمحہ تھا... ابھی ابھی تو وہ ان کے سامنے یہ دروازہ کھول کر اندر آیا تھا... پھر اس دروازے کو کیا ہو گیا تھا... یہ کیوں نہیں کھل رہا تھا... اگر دوسری طرف سے چٹخنی لگا دی گئی تھی تو پھر ضرور اس شخص کے کچھ ساتھی باہر بھی موجود تھے، لیکن سوال تو یہ تھا

کہ اس نے بائیں باغ کی کھڑکی کس طرح کھول تھی، انہوں نے تو کسی قسم کی بھی آواز نہیں سنی تھی، تاہم اب حیران ہونے کا بھی وقت نہیں تھا... وہ خود کو خطرے میں گھرا محسوس کر رہی تھیں، چنانچہ چپ چاپ واپس آ کر صحن میں بیٹھ گئیں، اسی وقت انہوں نے ملاقاتی کی آواز سنی:

''کیوں... چیک کر لیے دروازے... باہر نہیں جا سکیں آپ؟''

''ہاں! نہیں جا سکی... مجھے نہیں معلوم تھا کہ آپ کے کچھ ساتھی باہر بھی موجود ہیں۔''

''اوہو! یہ کس بات سے اندازہ لگایا آپ نے؟'' اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

''جس دروازے سے آپ اندر آئے ہیں... وہ دروازہ بھی دوسری طرف سے بند ہے... اس سے کیا ثابت ہوتا ہے۔''

''اس سے کچھ بھی ثابت ہوتا ہو، لیکن میں تنہا ہوں، میرا کوئی ساتھی باہر موجود نہیں ہے۔''

''میں اس بات کو کس طرح مان لوں...'' وہ بولیں۔

''حقیقت یہی ہے۔''

''تب پھر دروازہ کیوں نہیں کھلتا۔''

''یہ میری ایک ایجاد کا کمال ہے۔''

''اوہو تو آپ سائنس دان بھی ہیں؟'' بیگم جمشید حیران ہو کر بولیں۔

'' سائنس دان تو خیر میں نہیں ہوں، لیکن اپنی ضرورت کے لیے کچھ چیزیں ضرور ایجاد کر لیتا ہوں ... مثلاً فون کی تار کے ساتھ میں نے جو آلہ چپکایا ہے ... وہ بھی میری ایجاد ہے ... اس کا کام صرف اتنا ہے کہ آواز کو سلب کر لیتا ہے۔''

'' اور دروازے پر کیا ایجاد استعمال کی گئی ہے؟''

'' دروازہ کھولتے ہی میں نے ملاپ کی جگہ ... یعنی جہاں دونوں پٹ ملتے ہیں، ایک کاغذ لگا دیا تھا ... اس کاغذ کی مدد سے دونوں پٹ چپک کر رہ گئے ہیں۔''

'' ہوں! آخر آپ چاہتے کیا ہیں؟''

'' ملاقات ... آپ کے شوہر اور بچوں سے ملاقات کا شوق مجھے یہاں کھینچ لایا ہے۔''

'' لیکن یہ ملاقات کا کون سا طریقہ ہے؟'' بیگم جمشید نے بھنا کر کہا۔

'' ذرا پُر اسرار ضرور ہے، لیکن اتنا بُرا نہیں ...'' اس نے ہنس کر کہا۔

'' اور آپ صرف ملاقات کے لیے آئے ہیں؟'' انہوں نے پوچھا۔

'' ملاقات کے ساتھ ایک چھوٹا سا کام بھی ہے۔''

'' اور وہ کام کیا ہے ... یہ آپ نہیں بتائیں گے ... کیوں ... ٹھیک ہے نا۔''

'' آپ کا یہ اندازہ بھی غلط ہے ... میں یہ بات آپ کو ضرور بتاؤں گا۔''

'' اچھا ... کمال ہے ... جب آپ اتنے دلیر ہیں تو اپنا نام کیوں نہیں بتاتے۔''

'' یہ دیکھنے کے لیے کہ انسپکٹر جمشید کتنے پانی میں ہیں ...'' اس نے ہنس کر کہا۔

'' کیا مطلب؟'' وہ چونکیں۔

'' میں انسپکٹر جمشید کو دعوت دوں گا کہ وہ خود ہی میرا نام بتائیں۔''

'' اوہ اچھا ... تو یہ بات ہے ...'' بیگم جمشید بڑبڑائیں۔

'' کون سی بات؟'' اس نے پوچھا۔

'' آپ دراصل میک اپ میں ہیں۔''

'' میں میک اپ میں ہوں یا نہیں ... آپ کو اس سے کیا ...'' وہ ہنسا۔

'' آپ مجھے وہ کام بتا رہے تھے۔''

'' انسپکٹر جمشید سے ایک راز معلوم کرنا ہے۔''

'' کیا مطلب ... کیا وہ راز تحریری صورت میں ہے۔''

'' اگر راز تحریری صورت میں ہوتا تو بہت پہلے میں اسے حاصل

کر چکا ہوتا ... مشکل یہ ہے کہ وہ راز صرف چند سینوں میں دفن ہے ... اور ان میں سے ایک سینہ انسپکٹر جمشید کا بھی ہے۔''

'' تب آپ نے بالکل غلط سینہ منتخب کیا ہے ... کوئی راز ان کے سینے سے باہر نہیں آ سکتا۔''

'' میں جانتا ہوں ...'' اس نے کہا۔

'' اور اس کے باوجود آپ یہاں آ گئے ...'' بیگم جمشید نے حیرت ظاہر کی۔

'' ہاں! کیا کرتا ... آنا ہی پڑا۔''

'' تب پھر ناکامی آپ کا مقدر ہے۔''

'' نہیں! آج تک میں ناکام نہیں ہوا ... میں وہ راز معلوم کر کے جاؤں گا۔''

'' اور آپ کا خیال ہے ... میرے شوہر آپ کو راز بتا دیں گے۔''

'' ہاں ... بالکل ... اس لیے کہ میں باقاعدہ منصوبہ بنا کر آیا ہوں، وہ میرے منصوبے کے جال میں ضرور آئیں گے ...'' ملاقاتی نے کہا۔

'' منصوبے کا جال ...'' بیگم جمشید بڑبڑائیں۔

'' کیوں ... کیا آپ کو اس پر حیرت ہوئی؟''

'' نہیں! مجھے اپنے بیٹے فاروق کا خیال آ گیا تھا ... منصوبے کا

جال پر ضرور وہ ایک جملہ کستا ...'' انہوں نے مسکرا کر کہا، پھر بولیں:

'' مطلب یہ ہوا کہ آپ صرف ملاقات کرنے نہیں، ہمارے ملک کا ایک راز بھی حاصل کرنے آئے ہیں۔''

'' ہاں! یہی بات ہے۔''

'' اور میرے گھر میں اتنی دیر پہلے کیوں آ گئے؟'' بیگم جمشید بولیں۔

'' حالات اور موقعے کا پہلے سے جائزہ لینا میری عادت ہے ...'' اس نے کہا۔

'' اب آپ جائزہ لے چکے ہیں۔''

'' ہاں! میری کامیابی کے امکانات سو فی صد ہیں۔''

'' ارے آپ نے چائے بھی پی یا نہیں؟'' بیگم جمشید چونک کر بولیں۔

'' میں بھی سوچ رہا تھا ... آپ یہ سوال کب کرتی ہیں۔''

'' کیا مطلب ... آپ سوچ رہے تھے ... اس میں سوچنے کی کیا بات؟'' وہ حیران رہ گئیں۔

'' گویا ... آپ کی یہ عین خواہش ہے کہ میں یہ چائے پی لوں۔''

'' ہر میزبان کی خواہش ہوتی ہے کہ مہمان اس کی تواضع کو قبول کرے۔''

''ہوں ... بات ٹھیک ہے، لیکن اس صورت میں مہمان بے چارہ کیا کرے ...'' وہ ہنس کر بولا۔

''کس صورت میں؟''

''جب کہ میزبان نے کھانے پینے کی چیزوں میں بے ہوشی کی دوا ملا دی ہو۔''

''ارے!''

بیگم جمشید کے منہ سے نکلا۔

☆☆☆☆☆

تجربہ گاہ

چند لمحے تک موت کا سناٹا طاری رہا... آخر بیگم جمشید بولیں۔

''یہ آپ کس طرح کہہ سکتے ہیں؟''

''میرا اندازہ ہے ... ویسے اگر آپ اپنی زبان سے صرف اتنا کہہ دیں کہ ان میں سے کسی چیز میں بے ہوشی کی دوا نہیں ہے تو میں ابھی اور اسی وقت ساری ٹرے صاف کر دوں گا۔''

''کیوں ... کیا آپ کے خیال میں میں یہ نہیں کہوں گی۔''

''اگر آپ نے بے ہوشی کی دوا ملائی ہے تو پھر آپ ہرگز یہ نہیں کہیں گی ...'' اس نے کہا۔

''اس کا مطلب ہے ... آپ ہم سے اچھی طرح واقف ہیں ... یہ بھی جانتے ہیں کہ ہم جھوٹ ہرگز نہیں بولتے۔''

''ہاں! یہ ٹھیک ہے ... اگر میں اچھی طرح واقف نہ ہوتا تو اس طرح کیسے چلا آتا ... اور چلا ہی آیا تھا تو یہ چائے والے کپ کا چٹ کر چکا ہوتا ... اور یہاں لمبا لیٹا ہوتا۔''

'' ہوں ... میرا خیال ہے ... اس مرتبہ لطف آئے گا ...'' بیگم جمشید نے خوش ہو کر کہا۔

'' لطف آئے گا ... کیا مطلب؟''

'' مطلب یہ کہ میرے شوہر اور بچے آپ سے ملاقات کر کے ضرور خوش ہوں گے۔''

'' ایسا معلوم تو نہیں ہوتا ... میرا خیال ہے، ان کو میری آمد ناگوار گزرے گی۔''

'' ایسی بات نہیں ... وہ بھی فراخ دلی میں آپ سے کم نہیں ہیں۔''

'' خیر ... دیکھا جائے گا ... اب ذرا میں اپنے منصوبے پر عمل شروع کرنا چاہتا ہوں ... آپ پر ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا ... بس ایک درخواست کروں گا کہ مجھے خاموشی سے اپنا کام کرنے دیں ...'' اس نے کہا۔

'' آپ کیا چاہتے ہیں؟'' انہوں نے حیران ہو کر پوچھا۔

'' میں ڈرائنگ روم کا دروازہ اندر سے بند کر کے کچھ کام کرنا چاہتا ہوں ... امید ہے، آپ خلل نہیں ڈالیں گی، میں بھی آپ کو ہرگز پریشان نہیں کروں گا۔''

'' مجھے بھی اجازت ہونی چاہیے کہ اپنے گھر میں چل پھر سکوں، ادھر اُدھر آجا سکوں ... اور آپ سے مقابلے کی تیاری کر سکوں۔'' انہوں نے کہا۔

'' لیکن ... میرا آپ سے مقابلہ کرنے کا قطعاً کوئی پروگرام نہیں ...'' وہ بولا۔

'' ٹھیک ہے ... جس قسم کی تیاری آپ کرنا چاہتے ہیں ... یوں سمجھ لیں، اسی قسم کی تیاری میں بھی کرنا چاہتی ہوں۔''

'' پوری طرح آزاد ہیں آپ ... پورے مکان میں جو چاہیں کریں، بس ڈرائنگ روم سے دور رہیں۔''

'' اچھی بات ہے ...'' انہوں نے کہا اور ڈرائنگ روم کا دروازہ بند ہو گیا۔

چند سیکنڈ تک وہ صحن میں کھڑی سوچ میں گم رہیں ... اس قدر عجیب مجرم سے شاید ان کا واسطہ پہلی بار پڑا تھا ... آخر انہیں زینے کا خیال آیا ... ابھی تک انہوں نے زینے کی طرف توجہ نہیں دی تھی ... وہ زینے کے ذریعے چھت پر جا سکتی تھیں اور پھر بیگم شیرازی سے رابطہ قائم کر سکتی تھیں ... وہ دبے پاؤں سیڑھیاں چڑھنے لگیں، لیکن جب انہوں نے چٹخنی گرا کر دروازہ کھولنا چاہا تو دھک سے رہ گئیں ... دروازہ یا تو دوسری طرف سے بند تھا ... یا پھر یہاں بھی اس نے کوئی ایجاد استعمال کی تھی۔

'' اس کا مطلب ہے ... اندر داخل ہونے سے پہلے وہ چھت پر بھی آیا تھا ... اور ایسا اس نے پائیں باغ کے ایک درخت کے ذریعے

کیا ہوگا ...'' وہ بڑبڑائیں ... اور پھر صحن میں آگئیں۔

وہ ملاقاتی کے ساتھ پوری طرح مکان میں قید ہو کر رہ گئی تھیں ... نہ کسی کو اطلاع دے سکتی تھیں اور نہ باہر جا سکتی تھیں ... تھک ہار کر وہ صحن میں آ کر ایک کرسی پر بیٹھ گئیں۔

ایسے میں اچانک دروازے کی گھنٹی بج اُٹھی ... اس کے ساتھ ہی ڈرائنگ روم کا دروازہ کھل گیا:

'' ابھی آپ کے شوہر اور بچوں میں سے کسی کی آمد کا وقت نہیں ہوا، میں جانتا ہوں ... یہ یا تو کوئی ملاقاتی ہے یا ڈاکیا وغیرہ ... اب یہ آپ کی سمجھ بوجھ کی بات ہے کہ اسے اچھے طریقے سے ٹرخا دیں یا اس کے ذریعے سے کوئی گڑبڑ کریں ... گڑبڑ آپ کے لیے نقصان دہ ہوگی۔''

'' اچھی بات ہے ... آپ فکر نہ کریں ... میں اسے ٹرخا ہی دوں گی۔''

'' یہی آپ کے حق میں بہتر رہے گا ...'' اس نے کہا۔

وہ پرسکون انداز میں دروازے تک آئیں اور بولیں:

'' کون صاحب ہیں؟''

'' پوسٹ مین ...'' باہر سے آواز آئی۔

'' ڈاک دروازے کے نیچے سے اندر سرکا دیں۔''

'' میں اس وقت ایک تار لے کر آیا ہوں ... آپ کے دستخط بھی

لینا ہوں گے۔''

'' افسوس ! میں اس وقت دروازہ نہیں کھول سکتی ... آپ تار اندر سرکا دیں۔''

'' دستخط کے بغیر میں نہیں دے سکتا۔''

'' اچھا تو پھر کسی وقت آجایئے گا۔''

'' میں رجسٹر کی بات نہیں کر رہا ... ٹیلیگرام ہے۔''

'' میں سن چکی ہوں ... اس وقت دروازہ نہیں کھول سکتی ... آپ یا تو پھر کسی وقت آجائیں ... یا تار اندر سرکا دیں ... اور کاغذ بھی اندر سرکا دیں ... میں دستخط کر دیتی ہوں۔''

یہ کہتے ہوئے انہوں نے پیچھے کی طرف دیکھا ... ملاقاتی اب صحن میں تھا اور پوری طرح ان کی طرف متوجہ تھا ... ان کی بات سن کر اس نے پسندیدگی کے انداز میں سر ہلایا۔

'' ٹھیک ہے ... میں تار اور کاغذ نیچے سے اندر سرکا رہا ہوں ...'' باہر سے کہا گیا ... اور پھر ایک لفافہ اور ایک کاغذ اندر سرک آئے ... انہوں نے جھک کر اٹھا لیے ... کاغذ پر دستخط کر کے واپس باہر سرکا دیا ... اور لفافہ چاک کر کے اندر سے کاغذ نکال لیا ... اس پر لکھے الفاظ پر ایک نظر ڈالی اور صحن کی طرف مڑیں۔

'' کیوں ... کس کا تار ہے؟''

'' اک قریبی رشتے دار کا۔''

''پیغام کیا ہے؟''

''آپ خود ہی دیکھ لیں...'' انہوں نے کہا اور تار اس کی طرف بڑھا دیا... اس نے ہاتھ بڑھا کر تار لیا اور الفاظ پڑھے:

''ریشم کی لڑیں تیار ہیں... جلد پہنچا دی جائیں گی۔''

''یہ کیا پیغام ہوا... تار اس قسم کی باتوں کے لیے تو نہیں دیا جاتا...'' اس نے حیران ہو کر کہا۔

''میرے خیال میں تو اس پیغام میں کوئی ایسی بات نہیں، تار اسی قسم کے ہوتے ہیں۔''

''خیر ہوگا... مجھے کیا... میرا کام ابھی باقی ہے... میں پھر ڈرائنگ روم میں جا رہا ہوں۔''

اس نے کہا اور ڈرائنگ روم کی طرف مڑ گیا... جلد ہی دروازہ بند ہونے کی آواز سنائی دی۔

بیگم جمشید ایک کرسی پر جم گئیں... ان کی نظریں تار کے مضمون پر اٹک گئیں... اچانک انہوں نے ہلکی سی سرسراہٹ سنی... چونک کر دیکھا اور پھر اٹھ کر کھڑی ہو گئیں۔

☆☆☆

اور پھر محمود، فاروق اور فرزانہ کے آنے کا وقت ہو گیا... آخر

دروازے کی گھنٹی بجی... ساتھ ہی ڈرائنگ روم کا دروازہ کھل گیا:

''آپ کے بچے آ گئے ہیں محترمہ... ٹھیک ہے نا... آپ تشریف رکھیں... ان کے لیے دروازہ میں کھولوں گا۔''

''بہت بہتر، لیکن خیال رہے... میرے بچوں کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔''

''میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں...'' اس نے مسکرا کر کہا اور آگے بڑھ گیا... اس نے چٹخنی گرا دی اور دبی آواز میں بولا:

''دروازہ باہر سے بند ہے... آپ کھول کر اندر آ سکتے ہیں۔''

انہیں یوں لگا جیسے باہر سناٹا طاری ہو گیا ہو، پھر دروازہ کھل گیا اور محمود، فاروق اور فرزانہ کی شکلیں دکھائی دیں:

''تو تم ہو... محمود، فاروق اور فرزانہ۔''

''اس سے پہلے کہ ہم یہ کہیں کہ ہاں، ہم ہی ہیں، ہم یہ جاننا پسند کریں گے کہ آپ کی تعریف کیا ہے اور آپ کا ہمارے گھر میں کیا کام؟''

''وقتی طور پر تم مجھے مسٹر ڈی کہہ سکتے ہو۔''

''وقتی طور پر... اور مستقل طور پر آپ کا کیا نام ہے؟''

''مستقل طور پر جو نام ہے... وہ ابھی راز میں رہے گا۔''

''خیر تو مسٹر ڈی... آپ کیا چاہتے ہیں... اور کیا آپ بغیر اجازت اندر داخل ہوئے ہیں؟''

''اپنی امی سے پوچھ لیں ... میں باقاعدہ اجازت لے کر اندر آیا تھا... اور میں نے اندر کوئی زیادتی نہیں کی۔''

''کیا یہ بات ٹھیک ہے امی جان؟''

''ہاں! لیکن اتنا انہوں نے ضرور کیا تھا... کہ فون کے تار بے کار کر دیے ... مجھے گھر سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں دی، دروازے عجیب انداز سے بند کر دیے ... جن کو میں کھول نہ سکی۔''

''مسٹر ڈی ... کیا یہ زیادتی کی کوئی قسم نہیں ہے ...'' فاروق کے لہجے میں حیرت تھی۔

''نہیں بھئی ... بالکل نہیں ...'' اس نے مسکرا کر کہا۔

''خیر ... آپ کیا چاہتے ہیں؟''

''پہلے نمبر پر تم لوگوں سے ملاقات اور دوسرے نمبر پر ایک راز معلوم کرنا۔''

''اور وہ راز کسی فائل میں نہیں، تمہارے ابا جان کے سینے میں محفوظ ہے ...'' بیگم جمشید جلدی سے بولیں۔

''اوہ! تب تو انہوں نے بہت مشکل کام چنا ہے اپنے لیے۔''

''یہ مشکل کام ہے ... اسی لیے تو میرے ملک نے میرا انتخاب کیا ہے ...'' مسٹر ڈی نے مسکرا کر کہا۔

''اوہو اچھا ... گویا آپ اس کام کے ماہر ہیں ...'' فرزانہ نے چہک کر کہا۔

''میں ابھی آیا ... ذرا آنٹی تک جا رہا ہوں۔''

''فون کرنا ہے کیا؟'' مسٹر ڈی مسکرایا۔

''اگر آپ کی مرضی نہیں ہے تو پھر نہیں کرتا۔''

''ہاں! میں تو یہی چاہتا ہوں ... انسپکٹر جمشید بھی تم لوگوں کی طرح بے خبری کے عالم میں یہاں آئیں۔''

''لیکن اس طرح بھی ... آپ ان سے راز معلوم نہیں کر سکیں گے۔''

''یہ میرا کام ہے ... تم اس بات کی فکر نہ کرو۔''

''بہت بہتر ... ہمیں فکر کرنے کی ضرورت بھی کیا ہے ... اب کیا پروگرام ہے؟''

''بس ... جو تم لوگوں کا پروگرام اسکول سے آنے کے بعد ہوتا ہے ... وہی پروگرام ہے ... تم اپنا کام کرو ... میں اپنا ... میں ڈرائنگ روم میں مصروف ہوں۔''

یہ کہہ کر وہ مڑا اور پھر انہوں نے ڈرائنگ روم کا دروازہ بند ہونے کی آواز سنی ... انہوں نے سوالیہ انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

''یہ ایک تار بھی موصول ہوا تھا ... اسے پڑھ لو ...'' بیگم جمشید بولیں۔

انہوں نے تار کے الفاظ پر نظر دوڑائی اور پھر اُن کے چہروں پر

حیرت کے آثار دوڑ گئے:

'' کیوں ... خیر تو ہے؟ '' بیگم جمشید نے سرگوشی کی۔

'' آپ کے خیال میں یہ پیغام کس کی طرف سے ہے؟ ''

'' مجھے نہیں معلوم ... میں نے تو خیال کیا تھا کہ کسی طرح تمہارا ابا جان کو اندر کی گڑبڑ کا پتا چل گیا ہے اور انہوں نے ہی یہ پیغام تار کے ذریعے بھیجا ہے۔''

'' جی نہیں ... یہ واقعی ایک تار ہے اور ایک بہت اہم آدمی نے بھیجا ہے ... '' محمود بولا۔

'' کیا!!! '' بیگم جمشید کے منہ سے نکلا۔

'' جی ہاں! ہم اچھی طرح جانتے ہیں ... ریشم کی لڑیاں ایک خاص اشارہ ہے ... '' محمود نے سرگوشی کی۔

'' اور وہ خاص اشارہ کیا ہے؟ '' بیگم جمشید نے بے تابانہ انداز میں کہا۔

'' دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں امی جان ... '' فرزانہ بولی۔

'' ہاں! یہ تو ہے ... تو پھر؟ '' انہوں نے کہا۔

'' ہم اس موضوع پر کوئی بات نہیں کریں گے، البتہ ابا جان کو ضرور دفتر میں اطلاع دینے کی کوشش کریں گے ... '' محمود نے کہا۔

'' لیکن کیسے ... کیا ہم باہر جا سکتے ہیں ... '' فرزانہ بولی۔

'' کیا تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ ہم دروازے نہیں کھول سکیں گے ... ''

فاروق نے اسے تیز نظروں سے گھورا۔

'' اس کے انداز سے یہی نظر آتا ہے۔''

'' تو پھر آؤ ... پہلے یہی دیکھ لیں ... '' محمود نے کہا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا ... ہینڈل پکڑ کر کھینچا، لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوا۔

'' حیرت ہے ... اس نے دروازوں کے ساتھ آخر کیا کیا ہے؟ ''

'' شاید اس کے پاس بہت ہی جدید قسم کی ایجادات ہیں۔''

'' خیر کوئی بات نہیں ... ہم باہر جانے کی کوشش ہی نہیں کرتے ... اور نہ فون کرنے کی کوشش کریں گے ... ہاں اپنے طور پر اس شخص کو سمجھنے اور اس کا مقابلہ کرنے کے لیے کچھ کرنا ہوگا ... آؤ میرے ساتھ ... '' محمود نے کہا اور انہیں لے کر ڈرائنگ روم کی طرف بڑھا:

'' ہیلو مسٹر ڈی ... ہم آپ سے چند باتیں کرنا چاہتے ہیں ... '' اس نے تیز آواز میں کہا۔

'' میں جانتا ہوں ... تم کیا کہنا چاہتے ہو اور کیا کرنا چاہتے ہو، لیکن دروازہ نہیں کھلے گا ... میری نصیحت یاد رکھو ... کوئی شرارت کرنے کی کوشش نہ کرنا ... ورنہ میں بھی شرارت پر اتر آؤں گا ... '' اندر سے آواز سنائی دی۔

'' یہ تو کوئی انصاف نہ ہوا جناب ... '' فاروق نے منہ بنایا۔

'' کیا مطلب ... یہ تم نے کیا کہا ... '' غصے میں بھری ہوئی آواز سنائی دی۔

تینوں کے رونگٹے کھڑے ہوگئے ... اس قدر ہولناک لہجہ ان کے سننے میں شاید ہی کبھی آیا تھا ... ساتھ ہی دروازہ کھل گیا ... انہوں نے دیکھا، مسٹر ڈی کی آنکھیں شعلے اگل رہی تھیں ... وہ حیرت زدہ رہ گئے۔

''کیا کہا تھا تم نے؟'' اس نے سرد آواز میں کہا۔

''شاید ہم نے کوئی ایسی بُری بات نہیں کی تھی ... صرف اتنا کہا تھا کہ یہ تو انصاف نہ ہوا۔''

''ہاں! مجھے ناانصافی کا طعنہ دینے والے زندہ نہیں رہا کرتے، لیکن چونکہ یہ میری اور تمہاری پہلی ملاقات ہے، اس لیے معاف کرتا ہوں ... میں انصاف کے لیے اپنی جان تو دے سکتا ہوں ... اس کا دامن نہیں چھوڑ سکتا ... سمجھ گئے تم۔''

''فی الحال یہ سمجھ گئے ہیں کہ آپ کا دعویٰ یہ ہے ...'' محمود پرسکون انداز میں بولا۔

''میں اپنا دعویٰ پورا کر دکھاؤں گا ... اب کہو ... تم نے ناانصافی کس طرح محسوس کی؟''

''آپ ہمارے والد صاحب سے راز اگلوانے کے سلسلے میں ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر جو مرضی کرتے رہیں اور ہم کچھ نہ کرسکیں ... یعنی اپنے بچاؤ میں۔''

''کیوں ... کیا میں نے تمہارے ہاتھ پکڑ رکھے ہیں ... تم بھی

تیاری کرسکتے ہو۔''

''لیکن کیسے ... ہم تو گھر کے اندر قید ہوکر رہ گئے ہیں۔''

''میں بھی تو گھر کے اندر ہی ہوں ... باہر تو نہیں گیا ... لہٰذا جو کچھ کرنا ہے، گھر کے اندر کرو ... باہر جانے کی اجازت نہ تم لوگوں کو ہے، نہ ہم لوگوں کو۔''

''ہوں، لیکن آپ نے تو کہا تھا، دروازہ نہیں کھلے گا۔''

''اس وقت تک مجھے غصہ نہیں آیا تھا ...'' اس نے مسکرا کر کہا ... اب اس کے چہرے پر غصے کا کہیں نام و نشان تک نہیں تھا۔

''خیر تو ہی سہی ... اب ہم گھر میں رہ کر ہی آپ کے مقابلے کی تیاری شروع کردیتے ہیں۔''

''شوق سے ...'' اس نے کہا اور دروازہ زور دار آواز کے ساتھ بند کردیا۔

''آؤ ...'' محمود نے انگلی کے اشارے سے کہا، پھر اپنی امی سے اشارے میں کہا:

''آپ صحن میں موجود رہیں، اگر ڈرائنگ روم کا دروازہ کھلا نظر آئے تو فوراً ہمیں اشارہ دیں۔''

''اچھی بات ہے ...'' انہوں نے بھی سر ہلا دیا۔

اب وہ اپنی تجربہ گاہ میں آگئے ... اور دروازہ بند کرلیا:

''اس میں کوئی شک نہیں کہ آدمی پُراسرار اور خطرناک جان پڑتا

ہے ...'' محمود بولا۔

''غیر خطرناک آدمیوں سے تو ہمارا واسطہ پڑتا ہی نہیں۔''

''اور یہ ابا جان کے سینے میں سے ایک راز باہر نکلوانا چاہتا ہے ... جو کہ ہمارے نزدیک ناممکن ہے ...'' فاروق نے کہا۔

''لیکن اس کا کہنا ہے کہ یہ جانتے ہوئے ہی اس کی حکومت نے اسے یہاں بھیجا ہے ... گویا یہ اس کام کا ماہر ہے ...'' فرزانہ نے کہا۔

''ہاں! ہمیں نہیں معلوم ... اس کے کام کرنے کا طریقہ کیا ہے ... اور وہ کس طرح راز معلوم کرنے کی کوشش کرے گا ...'' محمود بڑبڑایا۔

''اور نہ ہم ان کو کسی طرح اطلاع دے سکتے ہیں۔''

''اب سوال یہ ہے کہ ہم کیا کریں؟''

''ہم اپنی تجربہ گاہ کے ذریعے کچھ کام دکھا سکتے ہیں ...'' فرزانہ نے مسکرا کر کہا۔

''ہاں! واقعی ... ہمارے تجربات کس دن کام آئیں گے ...'' محمود نے چونک کر کہا اور پھر تینوں تجربہ گاہ میں نصب آلات پر جٹ گئے۔

''ٹھیک آدھ گھنٹے بعد ان کے کانوں سے الّو کی آواز ٹکرائی۔''

☆☆☆☆☆

پہلا مقابلہ

وہ جلدی سے باہر نکلے اور صحن میں آ گئے ... ان کی والدہ کی نظریں ڈرائنگ روم کے دروازے پر جمی تھیں، پھر دروازہ کھل گیا ... اور مسٹر ڈی کی صورت دکھائی دی ... اس کے چہرے پر اُلجھن کے آثار تھے ... چند سیکنڈ تک وہ انہیں عجیب سی نظروں سے گھورتا رہا۔

''خیر تو ہے مسٹر ڈی ...'' آخر محمود نے مسکرا کر کہا۔

''تت ... تم نے کیا حرکت کی ہے؟''

''جی ہم نے ... آپ کا اشارہ کس طرف ہے؟''

''ڈرائنگ روم کی طرف ...'' اس نے بھنا کر کہا۔

''ڈرائنگ روم کی طرف ... کیا ہو گیا ڈرائنگ روم کو؟''

''اسے بخار ہو گیا ہے ...'' مسٹر ڈی نے تنک کر کہا۔

''کیا فرمایا ... بخار ہو گیا ہے ... اور تب تو ڈاکٹر کو فون کرنا پڑے گا ...'' فاروق مسکرایا۔

''میں کسی ڈاکٹر سے کم ہوں کیا؟'' اس نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

'' کچھ کہہ نہیں سکتے جناب ... آپ سے ہماری یہ پہلی ملاقات ہے اور ہم آپ کا اصلی نام تک نہیں جانتے ... کیا کہہ سکتے ہیں کہ آپ ڈاکٹر سے کم ہیں یا زیادہ ... اور پھر ... کم ہوں یا زیادہ ... ہمیں اس سے کیا ... آپ نے خود ہی تو اجازت دی ہے ... یہ کہ یہ میں اپنا کام کر رہا ہوں ... تم اپنا کام کرو ... اب اگر ہم نے اپنا کام شروع کیا ہے تو آپ کو غصہ کیوں آ رہا ہے۔''

'' تم نے کیا کیا ہے؟'' اس نے سرد آواز میں کہا۔

'' کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ آپ نے ڈرائنگ روم میں اب تک کیا کیا ہے؟''

'' نہیں!'' اس نے انکار میں سر ہلایا۔

'' تب پھر ہم سے کیوں پوچھ رہے ہیں؟''

'' ہوں! سمجھ گیا ... لیکن میں نے پورے مکان میں کہیں کوئی گڑبڑ نہیں کی ... بس ڈرائنگ روم کو اپنے قبضے میں کیا ہے، تم بھی ڈرائنگ روم سے غرض نہ رکھو۔''

'' غرض رکھے بغیر ہم کس طرح رہ سکتے ہیں ... آپ نہ جانے اندر کیا کر رہے ہیں۔''

'' اچھی بات ہے ... اب نتیجے کے ذمے دار تم خود ہو گے، میں نے تو سوچا تھا ... انسپکٹر جمشید کے آنے تک پُرسکون حالات میں اپنا کام جاری رکھا جائے، لیکن تم گڑبڑ کے خواہش مند معلوم ہوتے ہو ... سُن لو، میں تمہاری حرکات اور عادات سے بخوبی واقف ہوں۔''

'' اب پھر آپ کو غصہ آ جائے گا ...'' فاروق نے منہ بنایا۔

'' کیا مطلب؟''

'' آپ ہماری عادت اور حرکات سے واقف ہوں ... اور ہم آپ کی کسی بات سے بھی واقف نہیں ہیں ...'' فاروق نے کہا۔

'' سمجھا ... تم پھر ناانصافی کا طعنہ دینے کی تیاری کر رہے ہو، لیکن یہ بات درست نہیں ...'' اس نے جواب میں کہا۔

'' وہ کیسے جناب؟''

'' تم لوگوں کے بارے میں معلومات میں نے اپنے طور پر حاصل کی ہیں ... تم سے کچھ نہیں پوچھا ... جب میری یہ لائن ہے تو میرا یہی فرض ہے کہ سب لوگوں کے بارے میں میری معلومات شان دار ہوں ... اب اگر تم میرے بارے میں کچھ نہیں جانتے تو یہ تمہارا قصور ہے، نہ کہ میرا۔''

'' ہوں ... آپ کی یہ بات دل کو لگتی ہے ... خیر ... ہم اپنا اعتراض واپس لیتے ہیں۔''

'' تو پھر ... ڈرائنگ روم کو اپنی اصلی حالت میں لے آؤ ... ورنہ میں اس پورے گھر کو جہنم بنا دوں گا، پھر شکایت نہ کرنا۔''

'' خیر ... یہ گھر جہنم تو بن ہی نہیں سکتا ...'' فرزانہ نے مسکرا کر کہا۔

''کیا مطلب؟''

''جس گھر میں قرآن پڑھا جاتا ہو ... نماز ادا کی جاتی ہو، دین اسلام کا پورا پورا خیال رکھا جاتا ہو ... وہ گھر جہنم کس طرح بن سکتا ہے۔''

''مجھے باتوں میں اُلجھانے کی کوشش نہ کرو ... میں اس گھر کو جہنم کا نمونہ بنا سکتا ہوں ... میں ڈرائنگ روم میں جا رہا ہوں ... اگر تین منٹ کے اندر اندر ڈرائنگ روم اپنی اصلی حالت پر نہ آیا تو میں اپنا وار کروں گا ... اور وہ وار جنگ کی ابتدا ہوگی ...'' اس نے دھمکی دینے والے انداز میں کہا ... ساتھ ہی وہ مڑا اور ڈرائنگ روم میں داخل ہوگیا۔

''تب ... تم نے ... کیا کیا ہے؟'' بیگم جمشید پریشان ہو کر بولیں۔

''ڈرائنگ روم کا درجہ حرارت بڑھا دیا ہے ... اس میں گرمی بہت زیادہ ہو گئی ہے ... اتنی کہ اندر ٹھہرنا مشکل ہوگیا ہے ...'' محمود نے جلدی سے کہا ... بیگم جمشید مسکرا کر رہ گئیں:

''پھر اب کیا پروگرام ہے؟''

''کیوں نہ ہم یہ دیکھ ہی لیں کہ وہ کتنے پانی میں ہے ... کیا خبر صرف گیدڑ بھبکیاں دے رہا ہو ...'' محمود بولا۔

''گیدڑ بھبکیاں دینے والا آدمی نظر تو نہیں آتا ...'' فاروق نے

خیال ظاہر کیا۔

''ٹھیک ہے ... ہم یہ دیکھنا پسند کریں گے کہ وہ کیا وار کرتا ہے ...'' فرزانہ نے فیصلہ کُن انداز میں کہا۔

''دیکھ لو ... کہیں ہم کوئی مصیبت نہ مول لے لیں ... ابھی تک معاملہ اتنا بُرا نہیں جا رہا۔''

''ڈرائنگ روم سے حرارت نکال لینا ہماری پہلی شکست ہوگی ...'' فرزانہ نے منہ بنایا۔

''جیسے تمہاری مرضی۔''

ان کی نظریں گھڑیوں پر جم گئیں ... تین منٹ پورے ہوگئے ... اور پھر اس کے چند سیکنڈ بعد ڈرائنگ روم کے ایک روشن دان میں سے سبز رنگ کے دھوئیں کی ایک لکیر باہر نکلتی نظر آئی ... وہ پریشان ہوگئے ... وہ اپنا وار شروع کر چکا تھا۔

''آؤ ... جلدی کرو ...'' محمود نے کہا اور تجربہ گاہ کی طرف دوڑا۔

اب بیگم جمشید نے بھی ان کا ساتھ دیا ... چاروں تجربہ گاہ میں داخل ہوگئے ... محمود نے ایک آلے کے بٹن کو گھما دیا:

''اب ڈرائنگ روم بھی جہنم کا نمونہ بن کر رہے گا ...'' اس نے کہا۔

''لیکن ہم بھی تو اس دھوئیں سے نہیں بچ سکیں گے۔''

'' بس یہی دیکھنا ہے ... کہ پہلے اس کی قوت برداشت جواب دیتی ہے ... یا ہماری ... ہم تک دھواں پہنچنے میں ابھی کچھ سیکنڈ لگیں گے، لیکن ڈرائنگ روم بہت تیزی سے گرم ہو رہا ہے۔''

'' لیکن ابھی ہمیں یہ معلوم نہیں کہ اس دھوئیں کا اثر کیا ہے ...'' فرزانہ بڑبڑائی۔

عین اسی وقت انہوں نے دھوئیں کو تجربہ گاہ کے نزدیک آتے دیکھ لیا۔

'' آؤ ... اسٹور کی طرف۔''

وہ اسٹور کی طرف دوڑے، لیکن پھر ٹھٹک کر رہ گئے ... کیوں کہ اسٹور کے آس پاس سبز دھواں موجود تھا ... وہ واپس پلٹے، تو دھوئیں کو اپنی طرف آتے دیکھا۔

'' بس ... اب ہم گھر گئے ...'' بیگم جمشید بولیں۔

'' لیکن ہم مسٹر ڈی سے رحم کی بھیک نہیں مانگیں گے ...'' محمود نے پُر عزم لہجے میں کہا۔

'' حیرت ہے ... وہ اب تک ڈرائنگ روم میں کس طرح ٹکا ہوا ہے۔''

'' وہ باہر نکل بھی کیسے سکتا ہے ... باہر نکل کر تو اپنے ہی دھوئیں کا شکار ہو جائے گا ...'' فاروق نے منہ بنایا۔

اچانک انہوں نے محسوس کیا ... ان کے حواس گم ہوتے چلے جا

رہے ہیں ... شدت کی گرمی پورے مکان میں پھیل چکی تھی، ان کے مساموں سے پسینہ پھوٹ نکلا۔

اور پھر وہ گرنے لگے ... گرتے گرتے انہوں نے دیکھا ... ڈرائنگ روم کا دروازہ کھل گیا تھا اور سرخ چہرہ لیے مسٹر ڈی باہر نکل آیا تھا ... اس کے چہرے پر بدحواسی کے آثار تھے:

'' مبارک ہو مسٹر ڈی ... ہم ایک ساتھ گر رہے ہیں۔''

'' ہاں! یہ ہمارا پہلا مقابلہ تھا ...'' اس کے منہ سے نکلا۔

'' دھوئیں کا سلسلہ جاری ہے یا بند کر دیا ہے؟''

'' بند کر چکا ہوں ... اگر جاری رکھتا تو تم اب تک ختم ہو چکے تھے، تاہم اب بھی تم بہت دیر تک حرکت کرنے کے قابل نہیں ہو سکو گے۔''

'' اور خود آپ ... ڈرائنگ روم سے باہر نکل آنے کی وجہ سے دھواں آپ پر بھی تو اثر انداز ہوگا۔''

'' نہیں ... یہ دھواں مجھے پہچانتا ہے ...'' اس نے مسکرا کر کہا۔

'' گویا آپ نے اس کا توڑ کر رکھا ہے۔''

'' یہی کہ لو۔''

'' تو پھر ڈرائنگ روم میں جا کر اپنا کام کر لیں ... یہاں کیا کر رہے ہیں ...'' فاروق نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

'' پہلے میں یہ تو دیکھ لوں ... تم نے ڈرائنگ روم میں استادی کیا

دکھائی ہے۔''

وہ لڑکھڑاتے قدموں سے پہلے صحن میں آیا اور ان کے کمرے کی طرف بڑھا، پھر وہاں سے نکل کر ان کے والد کے کمرے میں داخل ہوا ... باری باری کمرے دیکھتا آخر تجربہ گاہ میں داخل ہوا ... اس میں داخل ہوتے ہی انہوں نے اس کی آواز سنی:

'' اوہ ! تو یہ ہے وہ جگہ جس کے ذریعے ڈرائنگ روم کو گرم کیا گیا ہے۔''

'' لیکن اس تجربہ گاہ کے آلات آپ کی سمجھ میں نہیں آئیں گے...'' فرزانہ جلدی سے بولی۔

'' پروا نہ کرو ... میں اسے تباہ تو کر ہی سکتا ہوں ... اِدھر تجربہ گاہ تباہ ہوئی ... اُدھر ڈرائنگ روم کی تپش غائب ہوئی ...'' اس نے کہا۔

'' خبردار ... ہماری تجربہ گاہ کی کسی چیز کو ہاتھ نہ لگانا ... ہم نے بہت محنت سے اسے بنایا ہے ...'' محمود نے چلا کر کہا۔

'' افسوس ! اس کو تباہ کرنا میرے لیے بہت ضروری ہے ...'' اس کی آواز اُبھری۔

'' تو پھر یاد رکھو مسٹر ڈی ... اگر ہماری تجربہ گاہ کو نقصان پہنچا تو ہم آپ سے اس کا انتقام لیں گے ...'' محمود نے گویا اعلان کیا۔

'' تجربہ گاہ کا انتقام ... بھئی واہ ...'' فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

'' ضرور لے لینا ...'' مسٹر ڈی کی آواز سنائی دی۔

اور پھر انہوں نے تجربہ گاہ میں توڑ پھوڑ کی آوازیں سنیں ... ان کے چہرے غصے سے سرخ ہو گئے، لیکن وہ مجبور تھے ... کچھ نہیں کر سکتے تھے ... دھوئیں نے ان کو بے کار کر دیا تھا ... دس منٹ بعد مسٹر ڈی تجربہ گاہ سے نکلتا نظر آیا ... اس کے چہرے پر فاتحانہ مسکراہٹ تھی۔

'' لو بھئی ... اپنی تجربہ گاہ پر تو فاتحہ پڑھ لو۔''

'' آپ کی اس حرکت سے مسٹر ڈی ... ہمارے اور آپ کے درمیان باقاعدہ مقابلے کا آغاز ہو گیا ہے ...'' محمود غرایا۔

'' وہ تو پہلے ہی ہو چکا ہے ... یعنی میرے گھر میں داخل ہونے کے بعد ہی شروع ہو گیا تھا۔''

اس نے کہا اور ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گیا، پھر اس کی آواز سنائی دی:

'' ڈرائنگ روم ٹھنڈا ہوتا جا رہا ہے ... گویا میں پھر سے اپنا کام کرنے کے قابل ہوں ... ادھر انسپکٹر جمشید کے آنے کا وقت ہو چلا ہے ... گویا میرے پاس وقت بہت کم رہ گیا ہے، خیر ... اتنا ضرور ہے ... اب تم لوگوں کی طرف سے کسی دخل اندازی کا ڈر نہیں رہا ... اب تم آرام سے لیٹے رہو گے ...'' یہ الفاظ اس نے ہنس کر کہے۔

اور پھر ٹھیک پانچ بجے دروازے کی گھنٹی بجی ... انداز انسپکٹر جمشید کا تھا۔

☆☆☆☆☆

کبڈی

گھنٹی کی آواز سنتے ہی مسٹر ڈی باہر نکل آیا ... ان پر ایک نظر ڈالی اور پھر دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے بولا:

''آخر انتظار کی گھڑیاں ختم ہو گئیں۔''

ایک ایک قدم اُٹھاتا وہ دروازے تک پہنچا ... اور پھر اس نے چٹخنی گرا دی ... دروازے کھلتے ہی اس کے منہ سے نکلا:

''ارے!''

اس کے منہ سے ارے سنتے ہی وہ چونک اُٹھے ... نظریں دروازے کی طرف اٹھ گئیں ... دروازے پر کوئی بھی نہیں تھا، مسٹر ڈی نے فوری طور پر دروازے پر نمودار ہو کر باہر دیکھا اور پھر اس کی پیشانی پر ایک بھرپور مکا لگا ... وہ لڑکھڑا گیا اور اندر کی طرف کئی قدم آ گیا ... اس وقت انہوں نے انسپکٹر جمشید کو اندر داخل ہوتے دیکھا ... ان کی نظریں ... مسٹر ڈی پر جمی تھیں ... اور چہرے پر حیرت بھی نظر آ رہی تھی۔

''آپ کس بات پر حیران ہیں ابا جان؟''

''یہ شخص پیشانی پر میرا مکا کھا کر بھی اپنے پاؤں پر کھڑا ہے ... میرے لیے یہ کچھ کم حیرت کی بات نہیں۔''

''اور اسی حیرت کی بات کو اپنی شکست تصور کر لو انسپکٹر جمشید۔''

مسٹر ڈی ان الفاظ کے ساتھ ہی اُچھلا اور بلا کی سرعت سے ان پر آیا ... ان کے شاید وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ پیشانی پر مکا کھا لینے کے بعد اس شخص میں حملہ کرنے کی ہمت ہو گی ... اس لیے وہ اپنا بچاؤ نہ کر سکے ... اور دیوار سے ٹکرائے ... مسٹر ڈی کا مکا ان کی ٹھوڑی پر لگا ... ان کی آنکھیں ایک بار پھر حیرت سے پھیل گئیں ... اور ان کی اس حیرت سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے مسٹر ڈی نے ان کی ہنسلی کی ہڈی پر ہاتھ کی ہڈی دے ماری۔

انہیں اپنی جان نکلتی محسوس ہوئی ... سر بُری طرح گھوما اور پھر وہ گرتے چلے گئے ... محمود، فاروق، فرزانہ اور بیگم جمشید ساکت رہ گئے ... وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے۔

''لو بھئی ... تمہارے والد تو گئے کام سے ... اب یہ بھی تمہارے ساتھ آرام کریں گے۔''

''ابھی میں کام سے نہیں گیا ...'' انہوں نے انسپکٹر جمشید کی آواز سنی ... اور پھر ان کو اُٹھتے دیکھ کر مسٹر ڈی کی آنکھیں حیرت اور خوف سے پھیل گئیں ... وہ جلدی سے چند قدم پیچھے ہٹ گیا ... ان چاروں کے مردہ جسموں میں بھی جان پڑ گئی۔

''یہ ہوئی نا بات ...'' فاروق چہکا۔

''اس سے پہلے کہ ہم پھر ایک دوسرے سے جنگ کریں ... پہلے تعارف تو ہوجائے ... تمہیں تو یہ بات معلوم ہے کہ میں کون ہوں، کیوں کہ تم میرے گھر میں موجود ہو، لیکن میں نہیں جانتا ... تم کون ہو ... اور میرے گھر میں کیوں موجود ہو۔''

''میں مسٹر ڈی ہوں ...'' اس نے کہا۔

''لیکن یہ تو فرضی نام ہے ...'' محمود بول اُٹھا۔

''ہاں ! اصلی نام بتانے کا ابھی وقت نہیں آیا۔''

''یہ کیا بات ہوئی ...'' انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

''ابا جان! ہمیں ایک تار موصول ہوا ہے۔''

''اوہ اچھا ... تار کے الفاظ؟'' وہ چونک کر بولے۔

''تار کے الفاظ یہ ہیں ... ریشم کی لڑیاں تیار ہیں ... جلد پہنچا دی جائیں گی۔''

''اوہ !'' ان کے منہ سے نکلا اور پھر ان کی نظریں مسٹر ڈی پر جم گئیں:

''آپ نے یہ پیغام سُنا مسٹر ڈی۔''

''ہاں! سُن لیا ہے۔''

''لیکن آپ اس کا مطلب نہیں سمجھ سکے ہوں گے۔''

''نہیں ... میں سمجھ بھی کس طرح سکتا ہوں۔''

''میں بتائے دیتا ہوں ... اس کا مطلب ہے ... ایک انتہائی خطرناک آدمی آپ کے آس پاس پہنچ چکا ہے ... اور اس کا مطلب ہے ... وہ خطرناک آدمی تم ہی ہو۔''

''اوہ، لیکن یہ پیغام آپ کو کس نے بھیجا؟''

''اس بات کو چھوڑیں ... اور یہ بتائیں ... آپ کون ہیں؟''

''اب میں اپنا اصلی نام بتائے بغیر نہیں رہ سکتا ... مجھے سی مون کہتے ہیں۔''

''نن ... نہیں۔''

انسپکٹر جمشید کے منہ سے نکلا ... ان کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا۔

☆☆☆

چند لمحے تک سکتے کا عالم طاری رہا۔

''سی مون ... یہ کیا نام ہوا؟'' محمود نے حیران ہو کر کہا۔

''تم نے یہ نام شاید پہلی بار سُنا ہے، لیکن اپنے والد کی طرف دیکھو ... انہوں نے میرا نام سُن رکھا ہے ...'' سی مون نے کہا۔

''ہاں! یہ ٹھیک ہے ... میں تمہارے بارے میں بہت کچھ جانتا ہوں، لیکن میں حیران ہوں ... تم یہاں کس لیے آئے ہو؟''

''یہ آپ سے کوئی راز اگلوانے آئے ہیں ...'' فرزانہ نے فوراً

کہا۔

''اوہ! میں سمجھ گیا۔''

''جی ... کیا مطلب ... کیا سمجھ گئے آپ ...'' فاروق بولا۔

''جو راز یہ مجھ سے اگلوانے آئے ہیں ... اس کے بارے میں سمجھ گیا ہوں۔''

''یہ کیسے ہو سکتا ہے ...'' سی مون نے حیران ہو کر کہا۔

''کیوں ... کیوں نہیں ہو سکتا ... ہونے کو تو اس دنیا میں سب کچھ ہو سکتا ہے ...'' فاروق نے شوخ آواز میں کہا۔

''ٹھہرو بھئی ... ذرا مجھے ان سے بات کر لینے دو ...'' انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

''یہ ٹھیک ہے مسٹر سی مون ... میں جان گیا ہوں، لیکن سوال تو یہ ہے کہ میں تمہیں وہ راز بتانے کیوں لگا۔''

''تب آپ میرے بارے میں کچھ نہیں جانتے ... میں سینوں کے راز اگلوانے کا ماہر ہوں۔''

''بہت خوب! تب تو میں تمہیں دعوت دیتا ہوں مسٹر سی مون ... آپ مجھ سے وہ راز اگلوا لیں، اگر آپ نے راز اگلوا لیا تو میں بھی تمہارا راستا نہیں روکوں گا۔''

''آپ راستا روکنے کے قابل رہ ہی نہیں جائیں گے ...'' سی مون ہنسا۔

''تب پھر پروگرام شروع ہو جانا چاہیے ...'' انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا۔

''اس کے لیے آپ کو میرے ساتھ ڈرائنگ روم میں چلنا ہوگا۔''

''خبردار ابا جان ... ڈرائنگ روم میں ہرگز نہ جایئے گا ...''

''کیوں بھئی ... کیا بات ہے؟'' انسپکٹر جمشید نے قدرے حیران ہو کہا۔

''بہتر ہوگا کہ پہلے ساری تفصیل سُن لیں اور پھر کوئی قدم اٹھائیں ...'' فرزانہ نے تیزی سے کہا۔

''کیوں بھئی ... کوئی اعتراض تو نہیں تمہیں ...'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''نہیں! میں چھپ کر وار کرنے کا عادی نہیں ہوں ...'' اس نے جواب دیا۔

محمود نے جلدی جلدی ساری تفصیل سنا دی ... انسپکٹر جمشید نہایت سکون کے ساتھ سنتے رہے، پھر محمود کے خاموش ہونے پر بولے:

''بس ... یا اور کچھ۔''

''جی بس ... اتنی ہی تفصیل ہے۔''

''تمہاری تجربہ گاہ کی تباہی پر افسوس ہوا، خیر فکر نہ کرو ... مسٹر سی مون سے انتقام لیا جائے گا۔''

"ڈرائنگ روم میں چل رہے ہیں یا نہیں۔"

"اگر میں جانے سے انکار کر دوں۔"

"تب پھر میرے اور آپ کے درمیان پہلے مقابلہ ہوگا ... اگر میں نے آپ پر فتح پالی تو میں آپ کو اٹھا کر ڈرائنگ روم میں لے جاؤں گا اور آپ سے نہایت آسانی سے راز معلوم کر لوں گا ... اور اگر میں آپ پر قابو نہ پا سکا تو پھر آپ کو اختیار ہوگا ... میرے ساتھ کچھ بھی سلوک کر سکتے ہیں۔"

"مسٹر سی مون ... تم بھاگو گے تو نہیں۔"

"کیا مطلب؟" وہ چونکا۔

"شکست کھانے کی صورت میں بھاگو گے تو نہیں۔"

"اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا ... موقع محل دیکھ کر ہی فیصلہ کرنے کا عادی ہوں۔"

"تو پھر آؤ ... دو دو ہاتھ کر لیں۔"

"لیکن ابا جان ... آپ دفتر سے تھکے ماندے آئے ہیں، ابھی آپ نے کچھ کھایا پیا بھی نہیں ..." فرزانہ نے بے چین ہو کر کہا۔

"کوئی بات نہیں ... فکر نہ کرو۔"

"اگر آپ تازہ دم ہونا پسند کرتے ہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ... بے شک کھا پی بھی لیں۔"

"میں آپ کی اصول پسندی سے واقف ہوں مسٹر سی مون، ایسے

دشمن مجھے بہت پسند ہیں ... ہمارا واسطہ جیرال جیسے مجرموں سے پڑ چکا ہے۔"

"میں بھی آپ کے بارے میں سب کچھ جانتا ہوں اور اسی لیے بہت خوشی محسوس کر رہا ہوں۔"

"چلیے اچھا ہی ہے ... آپ خوشی محسوس کر رہے ہیں ... بیگم تم نے ان کو چائے وائے بھی پلائی تھی یا نہیں۔"

"جی ہاں! چائے تو انہوں نے میرے لیے تیار کی تھی، لیکن افسوس میں پی نہیں سکا۔"

"کیوں مسٹر سی مون ... آپ کو چائے تکلیف دیتی ہے ..." فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"جی ... جو چائے انہوں نے تیار کی ... وہ ضرور تکلیف دیتی۔"

"کیا مطلب ... اوہ سمجھا ... بیگم نے چائے پر ہاتھ صاف کر دیا ہوگا ... کیوں بیگم؟"

"جی ہاں! میں ایسا کرنے پر مجبور تھی، کیوں کہ اس وقت گھر میں تنہا تھی ... اور یہ مجھے حد درجے خطرناک آدمی محسوس ہوئے تھے، لیکن یہ میری چال میں نہیں آئے۔"

"خیر کوئی بات نہیں ... آئیے ... اب ہم پہلے بیٹھ کر چائے پی لیں ..." سی مون نے خواہش ظاہر کی۔

"ضرور کیوں نہیں ..." انسپکٹر جمشید نے اسے عجیب سی نظروں

سے دیکھا، پھر بیگم سے بولے:

''جلدی کرو بیگم ... ان کا وقت نہیں ضائع ہونا چاہیے۔''

''ایسی کوئی بات نہیں ... میرے پاس بہت وقت ہے ... جلدی میں بالکل نہیں ہوں ... اگر یہ بات ہوتی تو یہاں اتنی دیر پہلے نہ آ جاتا۔''

''شکریہ ... آیئے۔''

دو کرسیوں پر بیٹھ گئے ... بیگم جمشید باورچی خانے میں چلی گئیں ... جلد ہی انہوں نے چائے تیار کر دی ... اور پھر ٹرے ان کے سامنے رکھ دی گئی۔

''شکریہ بیگم!'' انسپکٹر جمشید بولے اور وہ پھر باورچی خانے میں چلی گئیں۔

انسپکٹر جمشید نے سی مون کے لیے چائے بنائی۔

''مسٹر سی مون بے فکر ہو کر پئیں ... اس میں کچھ نہیں ہے۔''

''میں جانتا ہوں ...'' اس نے کہا اور ہاتھ بڑھا کر میز پر سے چائے کا کپ اٹھا لیا، پھر محمود، فاروق اور فرزانہ نے اپنے لیے چائے بنائی ... لیکن انہوں نے دیکھا کہ انسپکٹر جمشید جوں کے توں بیٹھے تھے ... انہوں نے اپنے لیے چائے نہیں بنائی تھی۔

''کیوں انسپکٹر صاحب ... آپ چائے نہیں لیں گے؟''

''جی نہیں ... میں آج چائے نہیں پیوں گا۔''

''کیوں ... خیر تو ہے؟''

''بس ... آج نہیں پیوں گا ...'' وہ بولے۔

''کیا یہ ایک عجیب بات نہیں؟'' سی مون نے حیران ہو کر کہا۔

''کون سی بات؟'' انہوں نے اس کی آنکھوں میں دیکھا اور پھر فوراً رُخ دوسری طرف پھیر لیا ... اس کی آنکھوں میں ایک تیز چمک تھی۔

''کیوں ... گھبرا گئے انسپکٹر ...'' سی مون ہنسا۔

''ہاں! تمہاری آنکھوں کی چمک بہت خوف ناک ہے ...'' انسپکٹر جمشید بڑبڑائے۔

''اس چمک سے تو میں بڑوں بڑوں کو ہلا کر رکھ دیتا ہوں، لیکن مجھے حیرت ہے ... تم نے صرف نظریں دوسری طرف پھیر لیں ... اپنی جگہ سے ہلے نہیں، آخر کب تک؟''

''دیکھیے جناب! اگر آپ کو ہلانے کا اتنا ہی شوق ہے تو یہ شوق آپ کا ہم پورا کر دیتے ہیں ... اِدھر کیجیے اپنا چہرہ ...'' فاروق نے خوش دلی کا مظاہرہ کیا۔

''ضرور کیوں نہیں ...'' اس نے کہا اور ان کی طرف مڑا۔

پہلی بار انہوں نے اس کی آنکھوں میں جھانکا ... انہیں ایک زور دار جھٹکا لگا اور وہ ایک دوسرے سے بُری طرح ٹکرا گئے ... یہاں تک کہ ان کے جسم انسپکٹر جمشید سے جا لگے ... انہوں نے بھنا کر تینوں کو

ہاتھوں کے ذریعے دھکیل دیا اور بولے:

''سنبھل کر بیٹھو بھئی ... فلمی اداکاروں والی ایکٹنگ نہ کرو۔''

''یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں ابا جان ... ہم اداکاری کر رہے ہیں۔''

''ارے ... تو کیا تم واقعی اُچھلے ہو؟'' انہوں نے حیرت ظاہر کی۔

''جی ہاں! اُچھلے تو ہم واقعی تھے۔''

''تب تو مسٹر سی مون کی آنکھوں میں دیکھنے سے پرہیز ضروری ہے ...'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''بات ہو رہی تھی چائے کی اور ہم پڑ گئے آنکھوں کے پیچھے۔''

''ہوں! واقعی ... میں کہہ رہا تھا، کیا یہ عجیب بات نہیں ہے، شام کے وقت چائے پینا آپ کا معمول ہے، پھر آج کیوں نہیں پی رہے؟''

''بس یوں سمجھ لیں کہ دل نہیں چاہ رہا۔''

''خیر ... آپ کی مرضی ... میں تو چائے پیوں گا اور خوب پیوں گا۔''

''آپ کا اپنا گھر ہے جناب ... اور چائے کی اس گھر میں کمی نہیں ...'' محمود جلدی سے بولا ... سی مون مسکرا کر رہ گیا ... لیکن نہ جانے کیوں اس کی مسکراہٹ بے جان سی محسوس ہوئی۔

چائے پیتے ہی سی مون اُٹھ کھڑا ہوا:

''آپ کا اب ڈرائنگ روم میں چلنے کے بارے میں کیا خیال ہے؟''

''وہی جو پہلے تھا۔''

''شکریہ ... اس کا مطلب ہے مقابلہ کرنا ہوگا ... میری طرف سے اجازت ہے ... آپ چاروں یا پانچوں ہی مجھ سے ایک ہی وقت میں دو دو ہاتھ کر سکتے ہیں۔''

''اب ہم اتنے گئے گزرے بھی نہیں ... کہ ایک کے مقابلے میں پانچ نکل آئیں ... میرا خیال ہے، آپ کے لیے تو ابا جان ہی کافی ہو جائیں گے ...'' محمود نے منہ بنایا۔

''مجھے کوئی اعتراض نہیں ...'' اس نے کندھے اُچکائے۔

اور پھر اس نے انسپکٹر جمشید سے مخاطب ہو کر کہا:

''آئیے ... میں آپ کو حملہ کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔''

''حملہ کرنے کی ضرورت تمہیں ہے ... آؤ ... مجھ پر وار کرو ...'' انسپکٹر جمشید پُرسکون آواز میں بولے۔

''اس سے پہلے کیا یہ بہتر نہیں تھا کہ مسٹر سی مون ہمیں یہ بتا دیتے کہ یہ آپ سے کیا راز معلوم کرنا چاہتے ہیں۔''

''یہ بات بھی تو راز کا ہی ایک حصہ ہے ... لہٰذا کیسے بتا سکتا ہوں۔''

''جیسے تمہاری مرضی ... نہ بتاؤ ... میں جانتا ہوں ... تم کیا معلوم

کرنے آئے ہو۔''

'' لیکن میں آپ کو اتنی مہلت نہیں دوں گا کہ یہ بات اپنے بچوں کو بتائیں۔''

ان الفاظ کے ساتھ ہی سی مون اُچھلا اور تیر کی طرح ان کی طرف آیا ... انہوں نے اسے جھکائی دینے کی پوری کوشش کی، لیکن کامیاب نہ ہو سکے اور اس کا جسم ان کے جسم سے ٹکرا گیا ... انہیں یوں لگا جیسے روبوٹ نے ان کو اپنے بازوؤں میں جکڑ لیا ہو ... اس کے بازو ان کی کمر کے گرد کستے چلے گئے ... ان کا سینہ بھنچ گیا اور سانس اکھڑنے لگا۔

'' اگر اپنی اولاد کو یہ بات بتا سکتے ہیں تو بتا دیں انسپکٹر جمشید کہ میں کیا معلوم کرنے آیا ہوں ... اور اگر یہ کہتے ہیں کہ بے خبری میں مارے گئے تو میں آپ کو چھوڑنے کے لیے تیار ہوں ... ایک بار پھر میں اتنے ہی فاصلے سے حملہ کروں گا اور آپ کو فرار کی کوئی راہ نہیں ملے گی۔''

انسپکٹر جمشید نے انکار میں سر ہلایا ... جیسے کہہ رہے ہوں:

'' نہیں ... تم اپنا کام کرو ... میں تم سے رحم کی بھیک نہیں مانگوں گا ... رعایت کی درخواست نہیں کروں گا۔''

ادھر محمود، فاروق، فرزانہ اور بیگم جمشید کا بُرا حال تھا، انہوں نے ایسا منظر پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

'' آپ میں تو اب بولنے کی سکت نہیں رہی ... میرے خلاف کوئی قدم کس طرح اٹھائیں گے ... لہٰذا میں لے کر چلتا ہوں آپ کو ڈرائنگ روم کی طرف۔''

یہ کہہ کر وہ انہیں اسی طرح اپنے سے چمٹائے ہوئے سیدھا کھڑا ہو گیا اور ڈرائنگ روم کی طرف قدم اٹھایا، پھر ٹھٹک کر رُک گیا۔

محمود، فاروق اور فرزانہ اس کے راستے میں ڈٹے کھڑے تھے ... اس نے چونک کر کہا:

'' کیا مطلب؟''

'' ہم سے بھی فیصلہ کرنا ہوگا۔''

'' اوہو اچھا ... اپنے والد کا انجام دیکھنے کے بعد بھی جرأت باقی ہے۔''

'' اس لیے کہ اگر بعد میں ابا جان نے پوچھا کہ تم ہاتھ پر ہاتھ دھرے کیوں کھڑے رہ گئے تو ہمارا کیا حال ہوگا ... ڈوب مرنے کا مقام ہوگا ... لہٰذا اس سے پہلے ہی کیوں نہ مر جائیں ...'' فرزانہ نے سرد آواز نکالی۔

'' ہوں! ٹھیک ہے، لیکن میں ذرا انہیں ڈرائنگ روم میں لا آؤں ...'' اس نے کہا۔

'' نہیں جناب ... یہ کیسے ہو سکتا ہے ... آپ انہیں یہیں لا دیں۔''

'' بھئی ... تم سے مقابلہ کرنے کے دوران ان کو چوٹ نہ آ جائے۔''

'' اوہو ... آپ کو ان کا اتنا خیال ہے ...'' محمود کے لہجے میں حیرت تھی۔

'' ہاں! چوٹ لگنے کی صورت میں یہ بے ہوش ہو سکتے ہیں، اس طرح مجھے راز معلوم کرنے میں دیر ہو جائے گی۔''

'' تو پھر ان کو ان کے کمرے میں لٹا دیں ...'' فرزانہ نے تجویز پیش کی۔

'' نہیں ... یہ بھی نہیں ہو سکتا ... خیر ... یہیں سہی۔''

اس نے کہا اور انہیں صحن میں ہی ایک طرف لٹا دیا، انہوں نے ان کی طرف حیرت زدہ نظروں سے دیکھا، کیوں کہ وہ ہوش میں تھے، لیکن چپ چاپ لیٹے تھے:

'' خیر تو ہے ابا جان؟''

'' میں ہوش میں ضرور ہوں، لیکن جسم کا ہر جوڑ اپنی جگہ سے ہلا ہوا محسوس ہو رہا ہے ... اور یوں لگ رہا ہے، اگر میں نے اٹھنے کی کوشش کی تو ہر جوڑ بالکل الگ ہو جائے گا ...''

اوہ!'' ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

'' تفصیل معلوم کرنے کی ضرورت نہیں ... جلد ہی تمہارا بھی یہی حال ہوگا ...'' سی مون بولا۔

'' شاید آپ ایسا حال کرنے کے ماہر ہیں ...'' فاروق نے منہ بنایا۔

'' ماہر تو میں اور بھی بہت چیزوں کا ہوں۔''

اس نے کہا اور فاروق کی طرف گھوم گیا ... تینوں بھڑک کر پیچھے ہٹ گئے اور اپنے خاص انداز میں تین طرف ہو گئے۔

'' کیا ارادہ ہے بھئی؟'' اس کا لہجہ مذاق اڑانے والا تھا۔

'' بس ذرا کبڈی کھیلیں گے آپ سے ...'' فاروق مسکرایا۔

'' کبڈی ... یہ کیا ہوتا ہے؟''

'' ہوتا نہیں ... ہوتی ہے ... مؤنث چیز ہے ... فری اسٹائل کشتی کی قسم کی ایک چیز سمجھ لیں۔''

'' اوہ اچھا ... آؤ آخر ... میں باکسنگ اور کشتی کا بھی ماہر ہوں ...'' اس نے خوش ہو کر کہا۔

'' اللہ اپنا رحم فرمائے ... آپ تو ہماری پیش ہی نہیں جانے دے رہے ... خیر کوئی بات نہیں ... ہم بھی ترکیب نمبر تیرہ اختیار کریں گے۔''

'' اور یہ ترکیب نمبر تیرہ کیا بلا ہے؟''

'' اس کا تعلق سننے سے نہیں، دیکھنے سے ہے ... جب آپ دیکھ لیں گے تو تجربہ ہو جائے گا۔''

'' ہوں! میں سمجھ گیا ... تم باتوں میں میرا وقت ضائع کرنا چاہتے ہو، لیکن میں تمہیں مہلت نہیں دوں گا۔''

یہ کہہ کر اس نے فاروق کی طرف چھلانگ لگائی ... فاروق نے بچنے کی لاکھ کوشش کی، لیکن اس کی چھلانگ کے مقابلے میں تو انسپکٹر جمشید ناکام ہو گئے تھے ... فاروق کی کیا چلتی ... نتیجہ یہ کہ چاروں شانے چت گرا اور ایسا گرا کہ اُٹھ نہ سکا۔

لیکن ... اس موقعے سے فائدہ اُٹھا کر فرزانہ اپنا کام دکھا چکی تھی ... وہ تیزی سے سی مون کی طرف بڑھی اور اس کی گردن سے لپٹ گئی۔

''ارے ارے ... یہ کیا بھئی؟''

''یہ بھی ترکیب نمبر تیرہ کا حصہ ہے ...'' محمود نے کہا۔

''اوہو اچھا ... خیر ... چپٹی رہو ... میرا کیا جاتا ہے ...'' اس نے کہا اور محمود کی طرف جھپٹا ... محمود پہلے سے تیار تھا ... اس نے بچنے یا پیچھے ہٹنے کی کوئی کوشش نہیں کی ... اُلٹا اس کی طرف بڑھا اور ٹانگوں میں سے نکل کر اس کی کمر کی طرف پہنچ گیا، پھر اس پر بس نہیں کی ... اس نے فوراً اپنی دونوں ٹانگیں اس کی پنڈلیوں پر دے ماریں، لیکن یہ اس کی غلطی تھی ... سی مون اس وقت تک ہوشیار ہو چکا تھا ... اس نے ٹانگیں فوراً پھیلا دیں ... محمود کا وار خالی گیا اور فوراً ہی اس کی پیٹھ پر اس کا ایک پیر آ لگا ... محمود نے حرکت کرنے کی کوشش کی، لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔

ادھر فرزانہ برابر اس کی گردن پر دباؤ ڈال رہی تھی ... لیکن یہ بھی محسوس کر رہی تھی کہ جیسے کسی لوہے کی چیز پر دباؤ ڈال رہی ہو ... ایسے

میں محمود کی تھوڑی پر سی مون کا ایک مکا لگا اور اس کی آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا ... اس سے فارغ ہو کر سی مون نے اپنے جسم کو ایک جھٹکا دیا ... فرزانہ نے اس کی گردن سے چپٹے رہنے پر پورا زور صرف کر دیا، لیکن اس کے ہاتھ اکھڑ گئے اور وہ دیوار جا ٹکرائی ... اب تینوں بالکل ساکت تھے ... سی مون نے بیگم جمشید کی تلاش میں ادھر اُدھر نظریں دوڑائیں، لیکن وہ نظر نہ آئیں:

''آپ کہاں ہیں محترمہ ... کیا آپ بھی مجھ سے مقابلہ کریں گی؟''

بیگم جمشید کی طرف سے اسے کوئی جواب نہ ملا تو وہ ہنس کر بولا:

''اوہ سمجھ گیا ... آپ ڈر کے مارے کہیں چھپ گئی ہیں ... خیر چھپی رہیے، مجھے آپ سے غرض نہیں ... مجھے تو ان بچوں سے بھی غرض نہیں تھی ... اگر یہ میرے راستے میں نہ آ جاتے تو میں بھی ان سے نہ اُلجھتا ... اور اب میں انسپکٹر جمشید کو ڈرائنگ روم میں لے جاؤں گا۔''

یہ کہہ کر وہ انسپکٹر جمشید کی طرف بڑھا ... وہ اسی طرح بالکل ساکت لیٹے تھے ... اس نے جھک کر انہیں اٹھا لیا اور ڈرائنگ روم کی طرف چلا، پھر اسے ٹھٹک کر رک جانا پڑا ... اس کی آنکھوں میں اُلجھن تیر گئی ... ڈرائنگ روم کا دروازہ بند تھا۔

''میں سمجھ گیا محترمہ ... آپ ڈرائنگ روم میں موجود ہیں۔''

''ہاں! تم ان کو ڈرائنگ روم میں نہیں لا سکتے ...'' اندر سے

بیگم جمشید کی آواز سنائی دی۔

'' دیکھیے محترمہ ... میں پہلے بھی بتا چکا ہوں ... عورتوں کا بہت احترام کرتا ہوں ... دروازہ کھول دیجیے اور مجھے اپنا کام کر لینے دیجیے۔''

'' ہرگز نہیں ...'' اندر سے آواز آئی۔

'' اچھا یہ بات ہے ... تب مجھے دوسرا طریقہ اختیار کرنا پڑے گا۔''

'' دوسرا کون سا؟''

'' آپ کو اپنی اولاد زیادہ پیاری ہے یا شوہر؟''

'' کیا مطلب؟'' بیگم جمشید زور سے چونکیں۔

'' مطلب بعد میں بتاؤں گا ... اولاد پیاری ہے یا شوہر؟''

''دونوں!'' وہ بولیں۔

'' زیادہ پیارا کون ہے ... مطلب یہ کہ قربانی دینے کا وقت آجائے تو ان میں سے کس کو قربان کریں گی ... اولاد کو یا شوہر کو۔''

'' اولاد کو ...'' بیگم جمشید بولیں۔

'' لیکن یہ تو فطرت کے خلاف ہے ...'' اس نے کہا۔

'' کیا مطلب؟''

'' عورتوں کی فطرت یہ ہے کہ اولاد کے لیے شوہر تک کو چھوڑ دیتی ہیں۔''

'' وہ کمزور عورتیں ہوتی ہوں گی۔''

'' خیر یوں ہی سہی ... اب سنیے ... اگر آپ نے دروازہ نہ کھولا تو میں انسپکٹر جمشید کا گلا گھونٹ دوں گا۔''

'' کیا مطلب؟'' بیگم جمشید چلا اٹھیں۔

☆☆☆☆☆

چھینکیں ماریے

چند لمحے تک خاموشی طاری رہی، پھر سی مون بولا:

''آپ میری بات سمجھ نہیں سکیں ... کمال ہے۔''

''ہوگا کمال ... وضاحت کرو ...'' وہ بھنا اٹھیں۔

''اگر آپ نے دروازہ نہ کھولا تو میں انسپکٹر جمشید کا گلا گھونٹ دوں گا۔''

''اس صورت میں تم راز کس طرح معلوم کرو گے۔''

''دوسرے آدمی کا رُخ کروں گا۔''

''دوسرا آدمی ... کیا مطلب؟'' بیگم جمشید نے بوکھلا کر کہا۔

''اس راز سے صرف ایک آدمی واقف نہیں ہو سکتا ... کوئی نہ کوئی دوسرا آدمی بھی واقف ہے ... میں اس کے پاس چلا جاؤں گا۔''

''لیکن ... تم پہلے ہی اس کی طرف کیوں نہیں گئے؟''

''میں آسان کام کو پسند نہیں کرتا ... جب تک معاملہ مشکل سے نہ حل ہو، مجھے مزا نہیں آتا ... اور اس راز کا حاصل کرنا سب سے مشکل

انسپکٹر جمشید سے تھا۔''

''میں سمجھ گئی ... تم نے بہت زبردست چال چلی ہے۔''

''تب پھر دروازہ کھول دو ... ورنہ اپنے شوہر سے ہاتھ دھولو ...'' اس نے کہا۔

''م ... میں دروازہ کھول رہی ہوں۔''

ان الفاظ کے ساتھ ہی دروازہ کھل گیا ... بیگم جمشید کی آنکھوں میں خوف کے آثار تھے:

''خوف کھانے کی ضرورت نہیں ... میں عورتوں پر ہاتھ نہیں اُٹھاتا ... آپ باورچی خانے میں چلی جائیں ... آپ کے شوہر کو قطعاً کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا، کیوں کہ یہ مجھے بہت عزیز ہیں ...'' اس نے ایک اور عجیب بات کہی۔

''عزیز ہیں ... کیا مطلب؟''

''ایک اچھا اور بااصول دشمن دوسرے بااصول دشمن کو بہت عزیز ہوا کرتا ہے۔''

''تو تم بااصول بھی ہو۔''

''ارے! تو کیا اب تک آپ نے یہ بھی محسوس نہیں کیا۔''

''ہاں! محسوس کر تو لینا چاہیے تھا ...'' وہ بولیں۔

''خیر کوئی بات نہیں ... اب کرلیں ...'' وہ مسکرا دیا۔

بیگم جمشید اس کے پاس سے گزر کر صحن کے درمیان آ گئیں ...

اور وہ اندر داخل ہو گیا، پھر فوراً ہی باہر نکلتا نظر آیا... انسپکٹر جمشید کو وہ ڈرائنگ روم میں چھوڑ آیا تھا۔

''اب کیا ہے؟'' وہ بولیں۔

''اوہو... آپ باورچی خانے میں نہیں گئیں۔''

''کیا کروں گی جا کر... ان حالات میں کھانے کی کوئی چیز تیار کیسے ہو سکتی ہے۔''

''ٹھیک ہے... صحن میں بیٹھ جائیے۔''

''یہ کب تک ہوش میں آ جائیں گے...'' انہوں نے تینوں کی طرف اشارہ کیا۔

''میرے جانے کے کچھ دیر بعد...'' وہ بولا۔

پھر چائے کی میز کی طرف بڑھ گیا... بیگم جمشید اسے حیران ہو کر دیکھنے لگیں... اور پھر تو ان کی آنکھیں حیرت سے اور بھی پھیل گئیں... وہ چائے بنا رہا تھا:

''ارے... کیا اور چائے پیو گے؟'' ان کے لہجے میں حیرت تھی۔

''نہیں... بے چارے انسپکٹر جمشید نے آج چائے نہیں پی، انہیں پلانی ہے۔''

''لیکن وہ اس قابل کہاں کہ چائے پی سکیں۔''

''اس کے باوجود انہیں چائے پلاؤں گا۔''

''میں نے تم جیسا دشمن آج تک نہیں دیکھا... واقعی تم نے ٹھیک کہا تھا... کہ یہ مجھے بہت عزیز ہیں۔''

''ہاں! اس میں تو کوئی شک نہیں...'' وہ بولا۔

اس وقت تک وہ ایک کپ میں چائے بنا چکا تھا، پھر اس نے کپ ہاتھ میں لیا اور ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گیا، بیگم جمشید کی حیرت کا کیا پوچھنا... ان کے قدم بھی ڈرائنگ روم کی طرف اٹھ گئے... سی مون نے بھی ڈرائنگ روم کا دروازہ بند نہیں کیا... وہ قالین پر لیٹے انسپکٹر جمشید کے سر کے پاس اکڑوں بیٹھ گیا:

''لیجیے... انسپکٹر جمشید... چائے پی لیں۔''

اس کے الفاظ سنتے ہی انسپکٹر جمشید کے ہونٹ مضبوطی سے بھنچ گئے۔

''ارے ارے... یہ کیا کر رہے ہیں بھئی... بُری بات ہے، چائے اتنی بُری چیز نہیں ہے۔''

''جب ان کا پینے کو جی نہیں چاہ رہا تو تم کیوں پلانے پر تلے ہو...'' بیگم جمشید نے جل بھن کر کہا۔

''بس یوں کہہ لیں کہ مجھے ضد سی ہو گئی ہے...'' اس نے کہا۔

پھر اس نے دوسرے ہاتھ سے ان کے گالوں کو دبایا، اور اس ترکیب سے انسپکٹر جمشید منہ کھولنے پر مجبور ہو گئے، ساتھ ہی اس نے ایک ہی بار چائے ان کے منہ میں انڈیل دی... اور کپ قالین پر رکھتے

ہی ان کا سر پکڑ لیا ... کہ کہیں وہ سر ادھر اُدھر کر کے چائے باہر نہ نکال دیں۔

''اب یہ چائے آپ کو حلق سے اُتارنا ہی ہوگی۔''

''تم ... مسٹر سی مون ... تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا ...'' بیگم جمشید نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

''نہیں ... بالکل نہیں چلا ... فکر نہ کریں۔''

''آخر یہ تم کیا کر رہے ہو؟''

''دیکھیے محترمہ ... میرے کام میں خلل نہ ڈالیں ... ورنہ میں مجبور ہو جاؤں گا۔''

''مجبور ... لیکن کس بات پر؟''

''پھر آپ بھی ان کے ساتھ لیٹی نظر آئیں گی۔''

''پروا نہیں ... اگر یہ لیٹے ہوئے ہیں تو میں بھی لیٹ جاؤں گی۔''

''اگر آپ کو یہی پسند ہے تو میں بھی آپ کی خواہش ضرور پوری کروں گا۔''

یہ کہہ کر وہ غصے کے عالم میں ان کی طرف بڑھا ... بیگم جمشید ذرا نہ گھبرائیں اور نہ پیچھے ہٹیں ... پرسکون انداز میں اپنی جگہ کھڑی اس کی طرف گھورتی رہیں، لیکن وہ ان کے نزدیک پہنچتے ہی رُک گیا:

''کیوں ... کیا ہوا ... رُک کیوں گئے؟''

''میں اپنے اصول سے ہٹنے لگا تھا ... میں آپ پر ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا۔''

''لیکن مسٹر سی مون ... اس بات کو نوٹ کر لیں ... اگر مجھے موقع ملا تو آپ کو ہر ممکن نقصان پہنچانے کی کوشش ضرور کروں گی۔''

''اوہ ضرور ضرور، لیکن آپ بھی سُن لیں ... اگر اس کوشش میں آپ نے چوٹ ووٹ کھائی تو اس کا ذمے دار آپ مجھے نہیں ٹھہرائیں گی ... یہ میں وعدہ کرتا ہوں کہ آپ پر ہاتھ اس صورت میں بھی نہیں اُٹھاؤں گا۔''

''شکریہ ... تم واقعی ایک اچھے دشمن ہو ... اس بات کا مجھے یقین ہوگیا ہے۔''

''چلیے ... کسی بات کا تو آپ کو یقین ہو گیا ... اب آپ صحن میں تشریف رکھیے۔''

اس نے کہا اور ڈرائنگ روم میں داخل ہو کر دروازہ بند کرلیا ... بیگم جمشید تیزی سے محمود کی طرف بڑھیں اور بے تابانہ انداز میں بولیں:

''محمود ... اُٹھو ... وہ اب تمہارے ابا جان کے ساتھ ڈرائنگ روم میں بند ہے ... نہ جانے وہ کیا کرنا چاہتا ہے ... اگر تم اب بھی نہ اُٹھے تو پھر کب اُٹھو گے۔''

یہ کہتے وقت انہوں نے محمود کو جھنجھوڑ بھی ڈالا ... محمود نے آنکھیں کھول دیں۔

''مم ... میں نہیں اُٹھ سکتا امی جان۔''

''کیوں ... کیا ہوا؟'' وہ اور بھی حیران ہو کر بولیں۔

''میرے سارے جوڑ ہل گئے ہیں ... اگر میں اٹھا تو تمام جوڑ الگ الگ ہو جائیں گے۔''

''اوہ!'' ان کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں، پھر انہوں نے کہا:

''نہیں محمود ... یہ تمہارا وہم ہے۔''

''یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں ... وہم ہے۔''

''ہاں! اور کیا ... اس نے تو کوئی ایسی حرکت نہیں کی جس سے جوڑ جوڑ الگ ہو گیا ہو۔''

''آپ کو کیا معلوم ... کہ اس نے ایسی کوئی حرکت کی ہے یا نہیں۔''

''ہوں! اچھا ...'' انہوں نے کہا اور فاروق کے قریب آئیں، اسے بھی زور سے ہلایا اور بولیں:

''اُٹھو فاروق ... ورنہ شاید وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے۔''

''کیسے اُٹھوں امی جان ... افسوس میں نہیں اُٹھ سکتا ... میرا بھی ہر جوڑ الگ ہو گیا ہے۔''

''اور تم ... فرزانہ تم کیا کہتی ہو ...'' بیگم جمشید اس کی طرف

بڑھیں۔

''میرا حال بھی مختلف نہیں ہے۔''

''اوہ ... تب پھر مجھے حرکت میں آنا ہوگا ... میرے جوڑ ابھی الگ نہیں ہوئے ...'' انہوں نے پختہ لہجے میں کہا اور تیز تیز قدم اُٹھاتیں باورچی خانے میں آئیں ... چند منٹ تک اندر کچھ کیا اور پھر باہر نکلیں ... صحن والی میز کو بے تابانہ انداز میں گھسیٹ کر ڈرائنگ روم والے روشن دان تک لائیں ... اس طرح بہت تیز آواز پیدا ہوئی، لیکن ان پر تو گویا جنون سوار ہو گیا تھا ... اب انہوں نے میز پر ایک کرسی رکھی، کرسی پر ایک چھوٹی میز رکھی ... پھر خود پہلے میز پر چڑھیں ... اس کے بعد کرسی پر پیر رکھ کر چھوٹی میز پر کھڑی ہو گئیں ... اب ان کا چہرہ روشن دان کے بالکل سامنے تھا بے تاب ہو کر انہوں نے اندر نظر ڈالی، اور پھر دھک سے رہ گئیں۔

انسپکٹر جمشید کو سی مون نے میز پر لٹا رکھا تھا ... ان کے سر پر ایک عجیب قسم کی ٹوپی نظر آئی ... ان کا جسم میز کے ساتھ رسی سے باندھ دیا گیا تھا ... منہ کے پاس ایک ننھا سا سیاہ رنگ کا آلہ فٹ تھا ... سی مون کے ہاتھ میں بھی ایک مستطیل قسم کا آلہ تھا ... اس پر بہت سے بٹن لگے تھے ... ایک بٹن اس نے دبا رکھا تھا اور دبی آواز میں کہہ رہا تھا:

''شاباش انسپکٹر جمشید ... اسی طرح آہستہ آہستہ سارا راز اُگل دو۔''

’’ بیگم جمشید زور سے چونکیں ... چونکنے سے ان کا توازن بگڑ گیا ... اگر وہ روشن دان کی سلاخ کو مضبوطی سے پکڑ نہ لیتیں تو نیچے آ رہی ہوتیں ... وہ سنبھل گئیں، لیکن چہرے پر حیرت کے آثار اب تک پھیلے ہوئے تھے، کیوں کہ انسپکٹر جمشید کے ہونٹ آہستہ آہستہ ہل رہے تھے، لیکن ان کے کانوں سے کوئی آواز نہیں ٹکرائی تھی۔

میز اور کرسی کے ہلنے سے آواز پیدا ہوئی تو سی مون نے مڑ کر روشن دان کی طرف دیکھا اور پھر اس کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی ... گویا بیگم جمشید کی یہ کوشش بھی اسے خود کر گئی تھی۔

اس پر بیگم جمشید بھنا اٹھیں ... انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ ... ایک ہاتھ سلاخ پر سے اٹھایا ... اس کے ذریعے جیب سے ایک پڑیا نکالی، پھر جیب سے پلاسٹک کی ایک نلکی نکالی ... پڑیا کو ایک ہاتھ سے ہی کھولا ... نلکی کو منہ میں لیا اور اس کا دوسرا سرا پڑیا میں موجود سفوف پر رکھا اور زور سے نلکی میں پھونک ماری۔

پڑیا کا سفوف اڑ کر سیدھا پنکھے کی طرف چلا ... اندر پنکھا چل رہا تھا ... پنکھے کی ہوا نے سفوف کو آن کی آن میں پورے کمرے میں پھیلا دیا۔

اچانک انہوں نے سی مون کے بے تحاشا چھینکنے کی آواز سنی ... اس وقت تک وہ بڑی مشکل سے اپنا سانس روکے ہوئے تھیں ... اب ہلکا سا سانس لیا اور سی مون کی طرف دیکھا۔

وہ ناک بند کیے اکڑوں بیٹھا تھا ... اور اسے چھینک پر چھینک آ رہی تھی۔

پھر انسپکٹر جمشید بھی زور سے چھینکے ... ان کا پورا جسم جھنجھنا اٹھا ... منہ پر فٹ آلہ ایک طرف ہو گیا ... اب انہیں بھی چھینک پر چھینک آ رہی تھی۔

جلد ہی سفوف کا اثر بیگم جمشید تک بھی آ گیا ... انہوں نے چھینک کو روکنے کی پوری کوشش کی، لیکن روک نہ سکیں اور زور سے چھینک ماری۔

بیگم جمشید کے ہاتھ سلاخ سے ہٹ گئے اور وہ دھڑام سے نیچے گریں ... کرسی اور چھوٹی میز بھی فرش پر آ رہیں ... لیکن وہ بیگم جمشید سے آگے جا کر گریں۔

محمود، فاروق اور فرزانہ نے گردنیں گھما کر ان کی طرف دیکھا۔

’’ یہ ... یہ کیا ہوا امی جان؟ ‘‘ محمود نے حیران زدہ انداز میں پوچھا۔

’’ چھ ... چھینکیں ... ‘‘ بیگم جمشید نے اٹھتے ہوئے کہا اور چھینک ماری۔

’’ چھینکیں ... کیا مطلب؟ ‘‘

محمود کے منہ سے نکلا، پھر صحن میں بھی آ چھیں شروع ہو گئی۔

اب گھر میں موجود ہر شخص چھینک رہا تھا ... اور آنکھوں سے پانی

بہہ رہا تھا ... اسی حالت میں ڈرائنگ روم کا دروازہ کھلا۔

سرخ چہرہ اور بہتی آنکھیں لیے سی مون باہر نکلا ... اس کی ناک سے بھی مسلسل پانی بہہ رہا تھا ... تلملائے ہوئے انداز میں اس نے کہا:

''م ... میں ... میں آپ کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔''

☆☆☆☆☆

کون سے دوست

وہ سہم کر پیچھے ہٹیں ... چھینکوں کا سلسلہ ایسے میں بھی جاری تھا ... انہوں نے چونک کر کہا:

''بس ... نکل گئی ساری اصول پسندی۔''

سی مون کو ایک جھٹکا سا لگا ... جیسے ہوش آ گیا ہو ... اس کے اُٹھتے قدم رُک گئے ... اور پھر اس نے کہا:

''اوہ ہاں! واقعی ... یہ بات تو میرے اصول کے ہی خلاف ہے ... اچھا خیر ... اب میں چلوں گا۔''

''چلوں گا ... کیا مطلب؟'' بیگم جمشید چونک اُٹھیں۔

''ہاں ... ڈرائنگ روم میں نہیں ... اس گھر سے ہی رخصت ہو رہا ہوں۔''

''گویا تم ناکام لوٹ رہے ہو۔''

''یہ آپ نے کیسے کہہ دیا؟'' وہ بولا۔

''تو پھر، کیا تم راز معلوم کر چکے ہو؟''

'' معلوم تو خیر مجھے ابھی نہیں ہوا ... ہاں میں انسپکٹر جمشید کے اندر سے راز اگلوا چکا ہوں اور اب وہ اس آلے میں محفوظ ہے ... اس آلے کو ایک دوسری مشین پر فٹ کیا جائے گا تو یہ کیسٹ کی طرح چلنے لگے گا اور انسپکٹر جمشید کی آواز سنائی دینے لگے گی ... دراصل یہ راز معلوم کرنے کا جدید ترین سائنسی طریقہ ہے ... آدمی کے حواس کو ایک ایسے نقطے پر لے آیا جاتا ہے کہ جو سوال اس سے کیا جائے ... وہ فوراً بتا دیتا ہے، لیکن آواز اس حد تک مدھم نکلتی ہے کہ کوئی دوسرا سُن اور سمجھ نہیں سکتا ... لہٰذا اس مائیکرو سیٹ پر اسے محفوظ کر لیا جاتا ہے ... اور بعد میں آواز کو بلند کر کے سُن لیا جاتا ہے۔''

'' اوہ ! اس صورت تو میں تمہیں جانے کی اجازت نہیں دوں گی ... ہاں یہ آلہ میرے حوالے کر دو، پھر تم ضرور جا سکتے ہو ... '' بیگم جمشید بولیں۔

'' اور آپ مجھے روک کیسے سکتی ہیں؟ ''

'' جس طرح چھینکیں مارنے پر میں نے آپ کو مجبور کر دیا ہے ... آں چھیں ... '' یہ کہتے وقت بیگم جمشید کی بھی چھینک نکل گئی ... ان پر، محمود، فاروق اور فرزانہ پر سلوف کا اثر کم تھا ... ظاہر ہے سلوف ڈرائنگ روم میں چھڑکا گیا تھا ...

'' اس سلوف پر حیرت مجھے بھی ہے ... پتا نہیں کیا چیز تھی، خیر ... پھر کسی موقعے پر سلوف کا راز آپ سے معلوم کروں گا، اس وقت تو

آپ انسپکٹر جمشید کو چھینکوں سے نجات دلایئے ... '' سی مون نے کہا۔

'' اوہ ! '' ان کے منہ سے نکلا اور پھر وہ سی مون اور سی مون کے ہاتھ میں پکڑے مستطیل شکل کے آلے کو بھول گئیں ... بے تحاشا ڈرائنگ روم کی طرف دوڑیں، پھر جلدی سے باہر نکلیں اور پانی کا جگ لے کر اندر کی طرف دوڑیں ... یہ دیکھتے ہی سی مون بھی واش بیسن کی طرف دوڑا اور پانے سر اور منہ پر پانی ڈالنے لگا ... حیرت انگیز نتیجہ برآمد ہوا ... چھینکیں فوراً رُک گئیں اور دوسرے ہی لمحے وہ دروازے سے باہر تھا۔

بیگم جمشید ڈرائنگ روم سے نکل کر ان تینوں کی طرف آئیں اور ان پر بھی پانی ڈالا، پھر آخر میں اپنے چہرے پر پانی ڈالا ... اب انہیں سی مون کا خیال آیا ... ان کی نظر کھلے دروازے پر پڑی۔

'' اوہ ... تو وہ چلا گیا ... خیر۔''

اب جو انہوں نے فون کا ریسیور اُٹھایا تو فون کام کر رہا تھا ... وہ جلدی جلدی ڈاکٹر، اکرام، پروفیسر داؤد اور خان رحمان کو فون کرنے لگیں۔

☆☆☆

دروازے کی گھنٹی بجی ... بیگم جمشید دوڑ کر دروازے پر گئیں اور

دروازہ کھول دیا ... دروازے پر خان رحمان کھڑے تھے ... ان کے چہرے پر فکر مندی کے آثار تھے:

''خیر تو ہے بھابی ... فون پر آپ کی آواز بہت گھبرائی ہوئی تھی؟''

''ہاں بھائی جان ... آج ہم نے زبردست شکست کھائی ہے، آیئے اندر چلیں۔''

اسی وقت پروفیسر داؤد کی کار آکر رکی ... وہ وہیں سے چلائے:

''ایک منٹ ... میں بھی آرہا ہوں ... میں گھنٹی بجانے سے بچوں گا اور تم لوگ دروازہ کھولنے سے ... ارے ہاں، یہ تو میں بھول ہی گیا ... گھر میں سب خیریت تو ہے نا؟''

''یہی تو بات ہے پروفیسر صاحب ... خیریت نہیں ہے ...'' خان رحمان بڑبڑائے۔

''اوہ ... اسے کیا ہوا؟'' پروفیسر داؤد کے منہ سے نکلا۔

''کس کو ... جمشید کو ...'' خان رحمان چونکے۔

''نہیں ... خیریت کو۔''

''آیئے ... پہلے اندر تو چلیں ... دروازے پر کھڑے رہ کر خیریت کی خیریت پوچھنا کوئی اچھی بات ہے ...'' خان رحمان بولے۔

''ہاں! یہ بھی ٹھیک ہے ...'' انہوں نے کہا۔

تینوں اندر داخل ہوئے ... اسی وقت پیچھے سے آواز آئی:

''مم ... میں بھی۔''

وہ مڑے تو اکرام چہرے پر بدحواسی لیے آتا نظر آیا۔

''ہاں بھئی ضرور ... کیوں نہیں ... تمہارا بھی حق ہے ...'' پروفیسر داؤد مسکرائے۔

''اور ان کے ساتھ میں بھی ہوں ...'' ڈاکٹر انصاری کی آواز سنائی دی۔

''یہ تو بہت ہی اچھا ہوگیا ... ایک ہی گھنٹی میں سب کا کام ہوگیا ...'' بیگم جمشید بھی مسکرائیں۔

''ہائیں ... بھابی ... آپ مسکرا رہی ہیں ... اندر خیریت کے نہ ہوتے ہوئے بھی مسکرا رہی ہیں۔''

''یہی تو زندگی ہے ...'' بیگم جمشید نے پھر مسکرا کر کہا۔

''ہاں! یہ بھی ٹھیک ہے ... زندگی تو خیر یہی ہے۔''

اندر کی حالت دیکھ کر وہ دھک سے رہ گئے۔

''آں ... چھیں ... ارے یہ کیا ...'' خان رحمان کو چھینک آ گئی ... فضا میں ابھی تک سفوف کا اثر تھا۔

''یہاں مرچوں کی دھونی دی گئی ہے کیا ... آں چھیں ...'' پروفیسر داؤد بولے۔

''لگتا ہے ... چھینکوں کو ہم سے کچھ زیادہ ہی ہمدردی ہوگئی ہے ...'' اکرام نے بڑی مشکل سے اپنی چھینک پر قابو پاتے ہوئے کہا،

لیکن جملہ مکمل کرتے ہی اس کی بھی چھینک نکل ہی گئی۔

''ان لوگوں کو ہوا کیا ہے؟'' ڈاکٹر انصاری ان کی طرف بڑھتے ہوئے بولے۔

''ان کی پروا نہ کریں ... پہلے انسپکٹر صاحب کو دیکھیں ...'' بیگم جمشید جلدی سے بولیں۔

''اور وہ کہاں ہیں؟''

''ادھر ڈرائنگ روم میں۔''

وہ ڈرائنگ روم میں داخل ہوئے ... ڈاکٹر نے ان کا معائنہ شروع کیا ... انسپکٹر جمشید ہوش میں ہوتے ہوئے بھی ہوش میں نظر نہیں آرہے تھے، تین منٹ کے معائنے کے بعد ڈاکٹر نے ان کی طرف مڑتے ہوئے کہا:

''میں تو کچھ نہیں سمجھ سکا ... کہ انہیں کیا بات ہے ... بظاہر یہ بالکل ٹھیک ہیں۔''

''ان کا اور بچوں کا کہنا ہے ... انہیں اپنا جوڑ جوڑ الگ محسوس ہو رہا ہے ... اور اگر یہ ذرا بھی ہلے جلے تو جوڑ واقعی الگ ہو جائیں گے۔''

''ہوا کیا تھا ... پہلے یہ بتایئے، شاید میں کچھ جان سکوں ...'' وہ بولے۔

بیگم جمشید نے سی موں کی آمد کے بعد سے لے کر اب تک کے

حالات انہیں سنا دیے ... وہ سب سکتے میں آ گئے ... اب ڈاکٹر انصاری نے پھر ان کا معائنہ کیا، اس بار محمود، فاروق اور فرزانہ کا بھی معائنہ کیا ... آخر ان کو سکون کا ایک ایک انجکشن دیا گیا ... دو گھنٹے کے بعد وہ اُٹھنے کے قابل ہو سکے ... اسی وقت انسپکٹر جمشید کسی سے بات کیے بغیر فون کی طرف لپکے اور جلدی جلدی کسی کے نمبر ڈائل کرنے کے بعد بولے:

''ہیلو ... انسپکٹر جمشید بول رہا ہوں ... ہر طرح چوکس رہیں، میں پہنچ رہا ہوں۔''

یہ کہتے ہی انہوں نے ریسیور رکھ دیا اور بیرونی دروازے کی طرف دوڑ پڑے۔

''ارے ارے ... جمشید ... ہم بھی یہاں موجود ہیں، تم نے ہماری طرف دیکھا تک نہیں اور باہر بھاگے جا رہے ہو ...'' خان رحمان بے چین ہو گئے۔

انسپکٹر جمشید نے جیسے ان کے الفاظ سنے ہی نہیں ... دروازہ کھولا اور باہر نکل گئے ... جتنی دیر میں وہ ان کے پیچھے دوڑتے ہوئے باہر نکلے ... وہ اپنی جیپ میں بیٹھ کر جا چکے تھے ... وہ بھی افراتفری کے عالم میں کار میں بیٹھے اور سڑک کی طرف بڑھے، لیکن سڑک پر پہنچ کر انہیں انسپکٹر جمشید کی جیپ کہیں بھی نظر نہ آئی۔

''اب کدھر چلیں؟''

'' سنٹرل جیل ...'' محمود نے کہا۔

'' جیل ... کیوں ... ہم جیل کیوں جائیں ...'' خان رحمان چونک اٹھے۔

'' اس لیے کہ ابا جان بھی جیل گئے ہیں۔''

'' ارے باپ رے ... ان کو ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی ...'' پروفیسر داؤد گھبرا گئے۔

'' یہ اندازہ ہم نے ان کے فون کے الفاظ سے لگایا ہے، ہر طرح چوکس رہیں ... میں پہنچ رہا ہوں ... جیل میں تو ان دونوں بلائنڈ کنگ موجود ہے ...فون اور پولیس ضرورت سے زیادہ چوکس ہے۔''

'' تو کیا بلائنڈ کنگ کو عام جیل میں رکھا گیا ہے ...'' خان رحمان چونک اُٹھے:

'' یہ ... یہ تو ہمیں بھی نہیں معلوم کہ اس کو کس جیل میں رکھا گیا ہے ... واقعی ... یہ بات تو سوچنے کی ہے۔''

'' لیکن انسپکٹر جمشید کو یہ بات ضرور معلوم تھی ...'' پروفیسر داؤد بڑبڑائے۔

'' تو کیا سی مون صرف یہ معلوم کرنے آیا تھا کہ بلائنڈ کنگ کو کہاں رکھا گیا ہے۔''

'' ہمارا خیال یہی ہے ... جو بالکل غلط بھی ہو سکتا ہے ...'' فاروق نے کہا۔

'' تب پھر پہلے ہمیں یہ معلوم کرنا ہوگا کہ بلائنڈ کنگ کو کہاں رکھا گیا ہے۔''

'' ہوں! یہ ٹھیک ہے اور اس سلسلے میں ہمیں آئی جی صاحب سے رابطہ قائم کرنا چاہیے ...'' محمود نے جدی جلدی کہا، پھر ایک فون بوتھ سے اس نے آئی جی صاحب سے رابطہ قائم کیا:

'' ہیلو سر ... محمود بول رہا ہوں۔''

'' خیر تو ہے بھئی ... بہت گھبرائے ہوئے ہو۔''

'' کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ بلائنڈ کنگ کو کہاں رکھا گیا ہے؟''

'' نہیں بھئی ... میں تو نہیں بتا سکتا ... ہاں انسپکٹر جمشید ضرور بتا سکتے ہیں۔''

'' جی ... یہ کیا بات ہوئی۔''

'' میں نہیں جانتا کہ اس کو کس جگہ رکھا گیا ہے ... محافظ بھی نہیں جانتے، جو اس کی حفاظت پر مقرر کیے گئے ہیں۔''

'' یہ کیسے ہو سکتا ہے سر کہ وہ محافظ بھی نہیں جانتے؟''

'' ان کو بھی ایک بند گاڑی میں بھر کر کسی نامعلوم جگہ پہنچایا گیا ہے، کیوں کہ انسپکٹر جمشید کا خیال تھا کہ دشمن ہر حال میں بلائنڈ کنگ کو چھڑا لے جانا چاہے گا ... ادھر ہم چاہتے ہیں کہ بلائنڈ کنگ کے بدلے میں تمام مسلمان ان سے حاصل کر لیں۔''

'' گویا آپ کو بھی معلوم نہیں ... کہ اسے کہاں رکھا گیا ہے؟''

''ہاں!''

''تو کیا ابا جان کے علاوہ کسی کو بھی معلوم نہیں؟''

''یہ تو خیر میں نہیں کہہ سکتا... ہو سکتا ہے، انہوں نے یہ بات کسی ضرورت کے تحت کسی اور کو بھی بتائی ہو، بہر حال مجھے نہیں معلوم... اور نہ میں نے معلوم کرنے کی کوشش کی تھی۔''

''ہوں! یہ تو بہت ٹیڑھی بات ہو گئی۔''

''معاملہ کیا ہے... یہ تو بتاؤ؟''

''محمود نے مختصر ترین الفاظ میں ساری بات دہرا دی۔''

''ارے باپ رے... یہ تو بہت مشکل بات ہو گئی...'' آئی جی صاحب پریشان ہو گئے۔

''جی ہاں! یہی تو بات ہے۔''

''خیر... میں کوشش کرتا ہوں... شاید کسی طرح یہ معلوم کر سکوں کہ بلائنڈ کنگ کو کہاں رکھا گیا ہے۔''

''بہت بہتر... میں کتنی دیر بعد فون کروں۔''

''پندرہ منٹ بعد۔''

''جی بہتر...'' اس نے مایوسانہ انداز میں کہا۔

پھر وہ اپنے ساتھیوں کے پاس آیا:

''خیر تو ہے... شکل پر اڑھائی کیوں بج رہے ہیں...'' فرزانہ نے اسے گھورا۔

''شکر کرو... صرف اڑھائی ہی بج رہے ہیں...'' فاروق نے منہ بنایا۔

''آئی جی صاحب کو بھی یہ بات معلوم نہیں کہ بلائنڈ کنگ کو کہاں رکھا گیا ہے... اس بارے میں ابا جان جانتے ہیں، ان کے علاوہ اگر کوئی جانتا ہے تو اس کا نام بھی ابا جان بتا سکتے ہیں۔''

''یہ... یہ کیا بات ہوئی۔''

''کاش! وہ ہمیں ساتھ ہی لے جاتے... ہم الجھن میں تو نہ پڑتے۔''

''سوال یہ ہے کہ اب ہم کیا کریں؟'' فاروق بے چین نظر آ رہا تھا۔

''پندرہ منٹ تک انتظار کرنے کے سوا کیا کر سکتے ہیں...'' محمود نے کندھے اچکائے۔

''تو ہم آئی جی صاحب کے پاس ہی کیوں نہ چلیں... ہو سکتا ہے، وہ پندرہ منٹ سے پہلے ہی کوئی بات جان لیں... اس طرح ہمیں فوراً معلوم ہو جائے گا... یہاں سے دفتر کا فاصلہ زیادہ تو نہیں ہے...'' خان رحمان نے تجویز پیش کی۔

''یہ بھی ٹھیک رہے گا... آؤ چلیں...'' پروفیسر داؤد بولے۔

اور وہ آئی جی صاحب کی طرف روانہ ہو گئے۔

''اگر بلائنڈ کنگ کی حفاظت کا انتظام خود ابا جان نے کیا ہے تو،

پھر ان کو بدحواس ہو کر بھاگنے کی کیا ضرورت تھی؟ ''فرزانہ نے سوچ میں گم لہجے میں کہا۔

'' یہ بھی تو دیکھو کہ سی مون مقابلے پر ہے ...'' محمود بولا۔

آئی جی صاحب انہیں دیکھ کر مسکرائے۔

'' تو آپ لوگ پندرہ منٹ انتظار نہیں کر سکے۔''

'' جی نہیں ... پندرہ منٹ کا انتظار پندرہ سال کے انتظار کے برابر محسوس ہوا تھا ...'' فاروق نے مسمسی صورت بنائی۔

'' بیٹھیے ... بہت جلد کامیابی کا امکان ہے۔''

'' اوہ پھر تو بہت اچھی بات ہے ...'' ان کے چہرے کھل گئے۔

اسی وقت فون کی گھنٹی بجی ... آئی جی صاحب نے جلدی سے ریسیور اٹھایا اور بولے:

'' یس ... ہاں ... کیا کہا ... اوہ اچھا ... شکریہ!''

انہوں نے ریسیور رکھ دیا اور ان کی طرف مڑے، تاہم منہ سے کچھ نہ بولے۔

'' خیر تو ہے ... کوئی مایوسی کی خبر سنی ہے؟''

'' نہیں ... خبر عجیب سی ہے۔''

'' کوئی بات نہیں سر، ہم گزارا کر لیں گے ...'' فاروق بولا۔

'' انسپکٹر جمشید نے صدر مملکت سے اس بات کی اجازت لی تھی کہ بلائنڈ کنگ کو وہ کسی بہت ہی خفیہ جگہ رکھنا چاہتے ہیں، اس قدر خفیہ کہ

کسی کو بھی معلوم نہ ہو سکے ... ایسی جگہ پہلے ہی ان کی نظر میں تھی ... لہٰذا صدر صاحب نے اجازت دے دی، لیکن یہ ان کو بھی نہیں معلوم کہ وہ جگہ کہاں ہے۔''

'' اوہ ... ارے ...'' ان کے منہ سے نکلا۔

'' تب پھر ... بات کیا بنی ...'' خان رحمان بڑبڑائے۔

'' انسپکٹر جمشید نے اس جگہ کے بارے میں اپنے دو دوستوں کو بتا رکھا ہے ... وہ بھی اس خیال سے کہ فرض کیا، ان کی موت آ جائے ... تو کسی کو تو معلوم ہو، بلائنڈ کنگ کہاں ہے۔''

'' ویری گڈ ... وہ دونوں دوست کون ہیں ... ہم سے بڑھ کر ان کا کون دوست ہوگا ...'' پروفیسر داؤد حیرت زدہ انداز میں بولے۔

'' ان دوستوں کے نام ہمیں نہیں معلوم۔''

'' کیا!!!''

ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا، اسی وقت فون کی گھنٹی بجی۔

☆☆☆☆☆

رک جایئے

انسپکٹر جمشید اندھا دھند جیپ چلاتے ہوئے شہر سے باہر ... نکل گئے ... شہر سے نکلتے ہی ان کی رفتار اور بھی تیز ہو گئی ... ان کے چہرے پر پسینہ نمودار ہو چکا تھا ... دل تیزی سے دھڑک رہا تھا ... ابھی تک یہ بات ان کی سمجھ میں نہیں آئی تھی کہ سی موون نے ان سے راز معلوم کس طرح کر لیا ... اور ہوش و حواس کھو دینے کے باوجود انہوں نے راز بتا کس طرح دیا، تاہم یہ باتیں ان کا ذہن سوچ رہا تھا ... ہاتھ اور پیر جیپ چلانے میں محو تھے ... اور پھر ... ایک جگہ پہنچ کر انہوں نے جیپ روک دی، ان کے سامنے ایک چھوٹی سی قلعہ نما عمارت تھی ... اس کے چاروں طرف مسلح فوجی جدید ترین اسلحے سے لیس موجود تھے، عمارت کی فصیل پر بھی فوجی موجود تھے ... اور وہ مورچوں کے پیچھے دبکے ہوئے تھے ... دروازے پر موجود فوجیوں نے ان کو آتے دیکھا تو رائفلیں سنبھال لیں ... رائفلیں ان کی طرف تن گئیں۔

'' وہیں رک جایئے ... پہلے آپ اپنی شناخت کرائیں اور اس

کے بعد آگے بڑھیں۔''

'' مجھے اپنی شناخت کرانے کی ضرورت نہیں ...'' وہ بولے اور بے دھڑک آگے بڑھ گئے۔

'' اوہ ... یہ تو آپ ہی ہیں ...'' فوجی آفیسر نے خوش ہو کر کہا۔

'' ہاں! لیکن کیا یہاں حالات بالکل پرسکون ہیں؟''

'' ہاں بالکل ... کیوں ... کیا آپ کو کسی گڑبڑ کی اطلاع ملی تھی؟'' آفیسر نے حیران ہو کر پوچھا۔

'' میرا فون ملا تھا؟''

'' ہاں جناب ... بالکل ... ملا تھا۔''

'' اس کا مطلب ہے ... ادھر کوئی نہیں آیا۔''

'' آپ کے علاوہ کوئی نہیں آیا ... دور دور تک کسی کا پتا نہیں۔''

'' حیرت ہے ... یہ تو بالکل غلط بات ہو گئی۔''

'' جی ... غلط بات ہو گئی ... کیا مطلب؟''

'' میرا خیال تھا کہ بلائنڈ کنگ کو اس وقت تک یہاں سے چھڑا کر لے جایا جا چکا ہو گا۔''

'' یہ آپ کیا کر رہے ہیں سر ... ہمیں آپ کی ہدایات اچھی طرح یاد ہیں، لہذا ہم جانیں تو دے سکتے ہیں، اس کو یہاں سے نکلنے نہیں دیں گے۔''

'' میں جانتا ہوں، لیکن آپ نہیں جانتے ... حالات بہت عجیب

ہیں۔''

''جی کیا مطلب؟'' وہ چونکا۔

''خیر ... اس بات کو جانے دیں ... میں بلائنڈ کنگ کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتا ہوں۔''

''آئیے ...'' اس نے کہا اور وہ اس کے ساتھ اندر پہنچے ... لوہے کی بہت موٹی سلاخوں لگے ایک دروازے کے سامنے پہنچ کر وہ رک گئے ... اندر بستر پر بلائنڈ کنگ لیٹا ہوا تھا ... اس کی آنکھیں بند تھیں۔

''ہیلو مسٹر بلائنڈ کنگ ...'' انسپکٹر جمشید مدھم آواز میں بولے۔

بلائنڈ کنگ نے آنکھیں کھول دیں ... سر گھما کر ان کی طرف دیکھا اور پھر قدرے حیران ہو کر بولا:

''خیر تو ہے انسپکٹر جمشید ... آپ یہاں؟''

''ہاں! مجھے یہاں آنا پڑا۔''

''میری رہائی کا کیا بنا ... دونوں حکومتوں کی بات چیت مکمل ہو گئی یا نہیں؟''

''قریب قریب مکمل ہو چکی ہے ... آپ کی حکومت آپ کے بدلے تمام مسلمان رہا کرنے پر تیار ہو گئی ہے ... البتہ اس کو ہمارا دوسرا مطالبہ منظور نہیں۔''

''دوسرا مطالبہ ... کیا مطلب ... کون سا دوسرا مطالبہ۔''

''ہم پروفیسر ارناک کو بھی مسلمانوں کے ساتھ ہی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔''

''اوہ ... میں سمجھ گیا ... تاکہ ہم بادلوں کے شہر نہ بنا سکیں۔''

''ہاں! اصل مسئلہ یہی ہے۔''

''ہماری حکومت کی یہی تو مصیبت ہے ...'' بلائنڈ کنگ بڑبڑایا۔

''کیا مصیبت ہے؟'' انسپکٹر جمشید کے لہجے میں حیرت تھی۔

''یہ کہ پروفیسر ارناک کا ہی یہ پورا منصوبہ ہے ... اور وہ بادلوں کے شہر بنانے کا فارمولا کسی کو نہیں بتانا چاہتا ... نہ آج تک اس نے بتایا ہے۔''

''کیا مطلب؟'' انسپکٹر جمشید زور سے اُچھلے ... ان کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

''اس میں اس قدر اُچھلنے اور حیران ہونے کی کیا بات ہے؟''

''ہے ایک بات ... بلکہ دیکھا جائے تو بہت بڑی بات ہے اُچھلنے کی ... خیر ... وہ میں بعد میں بتاؤں گا ... تو پروفیسر ارناک کسی کو بھی بادلوں کے شہر کا فارمولا بتانے کو تیار نہیں؟''

''ہاں! یہی بات ہے۔''

''کیا آپ کی حکومت نے انہیں یہ نہیں بتایا کہ اگر وہ مر گئے تو ان کے اس پورے منصوبے کا کیا ہوگا، پھر بادلوں کے شہر کس طرح بن سکیں گے۔''

''ہاں! حکومت نے یہ خیال انہیں دلایا ہے۔''

''تب ... پھر ... انہوں نے اس کے جواب میں کیا کہا؟''

''یہ کہ مجھے کسی سے کیا ... مجھے تو اپنی زندگی سے غرض ہے ... اگر میں ہی مر گیا تو بادلوں کے شہر میرے کس کام آئیں گے ... کس قدر گھٹیا سوچ ہے ان کی ... افسوس۔''

''مسلمان ایسی گھٹیا سوچ سے ہمیشہ دور بھاگتا ہے ... وہ جیتا ہے تو دوسروں کے لیے، مرتا ہے تو دوسروں کے لیے۔''

''پتا نہیں ...'' اس نے کندھے اچکائے۔

''تو پھر آپ نے تاریخ اسلام کا مطالعہ نہیں کیا ہوگا؟''

''خیر ... ان خشک باتوں کو جانے دیں ... اب معاملہ کس طرح طے ہو سکتا ہے؟''

''آپ کی حکومت بس پروفیسر ارناک کو ہمارے حوالے کرنے پر آمادہ نہیں ہے ... باقی ساری شرائط اسے تسلیم ہیں، آپ ہی کوئی اس کا حل بتائیں۔''

''تو آپ میرے پاس اس لیے آئے ہیں۔''

''یہاں آنے کی وجہ تو خیر کچھ اور تھی ... آ گیا ہوں تو اس پر بھی بات ہو جائے۔''

''میں ایک ترکیب بتا سکتا ہوں۔''

''بہت بہت شکریہ ... اس سے اچھی بات کیا ہوگی ...'' انسپکٹر

جمشید خوش ہو گئے۔

''آپ پروفیسر ارناک کو اغوا کر لیں۔''

''لیکن کیسے؟''

''میں اس کا طریقہ بتاؤں گا ... بلکہ پورا نقشہ ہی بنا دیتا ہوں ... اس نقشے کے مطابق جانا اور اس کو اغوا کر کے ادھر لے آنا آپ کا کام ہے ... اس کے بعد تو میرا خیال ہے ... آپ مجھے مسلمانوں کے بدلے میں رہا کر دیں گے۔''

''بالکل، پھر بھلا کیا اعتراض رہ جائے گا، لیکن ... آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں۔''

''میں نے ایک بات سوچی ہے ...'' بلائنڈ کنگ نے گہری سوچ کے انداز میں کہا۔

''میں سن رہا ہوں۔''

''جب پروفیسر ارناک کو ہم سب کی زندگیوں اور پورے ملک کا کوئی خیال نہیں تو پھر ہم اس کی پروا کیوں کریں گے ...'' وہ بولا۔

''بات تو ٹھیک ہے، لیکن پھر آپ لوگ بادلوں کے شہر نہیں بنا سکیں گے۔''

''نہ بنا سکیں ... ہم کوئی دوسرا منصوبہ سوچ لیں گے ... ہمارے پاس اور تھوڑے سائنس دان ہیں۔''

''بہت خوب ... آپ نقشہ اور اس کی تفصیلات کتنی دیر میں تیار کر

لیں گے؟''

''بس آدھ گھنٹا لگے گا۔''

''تو پھر جلدی کریں ... میں ساتھ ہی لے جانا پسند کروں گا۔''

''مجھے کاغذ اور پنسل دے دیں ...'' اس نے کہا۔

انسپکٹر جمشید نے ایک لمحے کے لیے سوچا، پھر آفیسر سے بولے:

''ٹھیک ہے ... انہیں ایک کاغذ اور ایک پنسل دے دی جائے...''

''او کے سر۔''

کاغذ اور پنسل دے کر وہ اس کمرے کے پاس سے ہٹ آئے ... ایسے میں آفیسر نے کہا:

''لیکن یہ شخص ہمیں غلط نقشہ بھی تو بنا کر دے سکتا ہے۔''

''اس صورت میں پروفیسر ارتاک ادھر نہیں آئیں گے اور نہ ہم اس کو رہا کریں گے۔''

''ہوں ... بات تو ٹھیک ہے۔''

انسپکٹر جمشید اس کے ساتھ چلتے ہوئے فون کی طرف آئے اور پھر کسی کے نمبر ڈائل کرنے لگے ... سلسلہ ملتے ہی وہ بولے:

''ہیلو بیگم ... محمود، فاروق اور فرزانہ کہاں ہیں؟''

''اُف اللہ! یہ آپ ہیں۔''

''ہاں بیگم ... جلدی بتاؤ۔''

''وہ پروفیسر صاحب اور خان رحمان بھائی کے ساتھ آپ کے

پیچھے گئے تھے۔''

''تب وہ بہت پیچھے رہ گئے ہوں گے اور اب پریشان ہو رہے ہوں گے ... اگر ان کا فون آئے تو ان سے کہنا مجھے ۲۰۰۰۳ پر فون کرلیں ... جلدی۔''

''بہت بہتر ... ویسے آپ آئی جی صاحب کو بھی یہ فون نمبر دے دیں ... شاید وہ ان سے رابطہ قائم کریں ...'' وہ بولیں۔

''ہاں! ٹھیک ہے ...'' وہ مسکرا کر بولے اور سلسلہ کاٹ دیا، پھر آئی جی صاحب کے نمبر ملائے:

''ہیلو سر۔''

''ارے ... جمشید ... یہ تم ہو ...'' دوسری طرف سے چہک کر کہا گیا۔

''یس سر ... معلوم ہوتا ہے، آپ میری وجہ سے بہت پریشان تھے۔''

''ہاں بھئی ... سب لوگ اس وقت میرے پاس ہی ہیں ... اور تم تک پہنچنے کے لیے بے قرار۔''

''ٹھیک ہے ... انہیں میرے پاس بھیج دیں۔''

''لیکن کہاں بھیج دوں ...'' وہ بولے۔

''فائیو اسٹار قلعہ ...'' انہوں نے کہا۔

''اوہ ... تت ... تو کیا بلائنڈ کنگ وہاں تھا؟''

'' تھا نہیں سر ... موجود ہے ... سی مون ابھی تک یہاں نہیں پہنچ سکا۔''

'' یہ کیسے ممکن ہے ... میں نے جو حالات اور واقعات سنے ہیں، اس کے مطابق تو اسے تم سے بہت پہلے وہاں پہنچ جانا چاہیے تھا۔''

'' جی ہاں! یہی بات ہے ... لیکن وہ نہیں پہنچا۔''

'' خیر ... تب تو اور بھی ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔''

'' آپ فکر نہ کریں ...'' وہ بولے۔

'' اچھا ... یہ لوگ یہاں سے روانہ ہو رہے ہیں ... اور فوج یا پولیس کی ضرورت تو نہیں؟''

'' جی نہیں ! ضرورت محسوس ہوئی تو آپ کو تکلیف دوں گا۔''

'' ٹھیک ہے ...'' انہوں نے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔

'' لو بھی ... بلائنڈ کنگ فائیو اسٹار قلعے میں ہے۔''

'' اس قلعے کا نام ہم پہلی بار سُن رہے ہیں ... کیا یہ ہمارے شہر میں ہی ہے؟''

'' دراصل یہ کوئی قلعہ نہیں ... ایک چھوٹی سی جیل ہے ... لیکن بہت مضبوط، اس کا توڑنا یا تباہ کرنا آسان نہیں ہے، اس میں رکھے جانے والے قیدی کو رہا کرانا قریب قریب ناممکن ہے۔''

'' تب پھر ... آپ کا خیال اس جیل کی طرف کیوں نہیں گیا تھا؟''

'' گیا ضرور تھا، لیکن میں بتا نہیں سکتا تھا۔''

'' جی کیا مطلب؟''

'' انسپکٹر جمشید کی مرضی کے بغیر ایسا کرنا میرے خیال میں مناسب نہیں تھا۔''

'' اوہ! '' ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

اور پھر وہ ان کے بتائے ہوئے پتے کی طرف روانہ ہوگئے:

'' حیرت ہے ... اس قدر زبردست منصوبہ بندی کے باوجود سی مون ابھی تک وہاں کیوں نہیں پہنچا۔''

'' یہ تو مسٹری مون ہی بتا سکتے ہیں۔''

'' خیر ... امید ہے، ان سے وہاں ملاقات ہو ہی جائے گی ...'' فرزانہ بولی۔

'' اگر یہ شخص بلائنڈ کنگ کو چھڑا کر لے گیا ... تو ہم ونتاس سے مسلمانوں کو واپس نہیں لے سکیں گے ...'' پروفیسر داؤد گھبرا کر بولے۔

'' آپ پریشان نہ ہوں انکل ... ہماری موجودگی میں بلائنڈ کنگ کو لے جانا اس قدر آسان نہیں۔''

'' لیکن تمہاری موجودگی میں ... وہ انسپکٹر جمشید سے جیل کا راز معلوم کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔''

'' اس وقت ہم نہیں جانتے تھے ... وہ کون اور کس قسم کا آدمی ہے ... اب ہماری اس سے پہلی ملاقات ہو چکی ہے ... لہٰذا فکر نہ

کریں۔"

"اچھی بات ہے... نہیں کرتے فکر..." خان رحمان مسکرائے۔

اور پھر انہیں قلعہ نما عمارت نظر آنے لگی... خان رحمان نے کار کی رفتار کم کر دی... ایسے میں فرزانہ کے چہرے پر شدید اُلجھن کے آثار نظر آئے... ابھی وہ اس سے وجہ نہیں پوچھ پائے تھے کہ وہ بول اُٹھی:

"روک لیجیے انکل؟"

☆☆☆☆☆

منصوبہ

"لیکن کیوں روکوں... قلعہ تو ابھی دور ہے..." خان رحمان نے منہ بنایا۔

"اسی لیے تو کہہ رہی ہوں کہ روکیے... اگر قلعے کے نزدیک پہنچ گئے ہوتے تو آپ خود ہی روک لیتے، اس صورت میں تو مجھے کہنے کی ضرورت ہی نہیں تھی..." فرزانہ مسکرائی۔

"ہاں! یہ بھی ٹھیک ہے..." انہوں نے کہا اور بریک لگائے۔

"شاید اسے کچھ نظر آگیا ہے..." محمود نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"اچھا ہی ہے... قلعے تک پہنچنے سے پہلے ہی ہم کچھ کام دکھا دیں، ورنہ ابا جان کیا کہیں گے..." فاروق مسکرایا۔

"کچھ بھی نہیں کہیں گے... انہیں کچھ کہنے کی ضرورت ہی کیا ہے..." محمود بولا۔

فرزانہ نے ان کی طرف کوئی توجہ نہ دی اور کار سے اُتر کر سیدھی ایک درخت کے نیچے پہنچ گئی... محمود اور فاروق بھی نہ رہ سکے... ان کی

دیکھا دیکھی پروفیسر صاحب اور خان رحمان بھی اُتر پڑے ... انہوں نے دیکھا، فرزانہ جس درخت کے قریب رُکی تھی ... وہاں ایک سفید رنگ کا رومال پڑا تھا۔

'' افسوس ! اب کتنی معمولی چیزیں تمہیں روکنے لگ گئی ہیں ... '' فاروق نے منہ بنا کر کہا۔

'' تمہارا اشارہ کون سی معمولی چیز کی طرف ہے فاروق ؟ '' فرزانہ مسکرائی۔

'' تم اس رومال کو دیکھ کر رُکی ہو نا؟ ''

'' ہاں بالکل ... تو پھر ... کیا یہ معمولی رومال ہے۔''

'' اور نہیں تو کیا سونے کا بنا ہوا ہے۔''

'' جس وقت سی مون چھینکتا ہوا ڈرائنگ روم سے نکلا تھا، اس کے ایک ہاتھ میں سفید رومال ہی تھا۔''

'' اوہ ... تو پھر ... کیا یہ ضروری ہے کہ یہ وہی رومال ہو؟ ''

'' سی مون کو بھی اس طرف ہی آنا تھا ... اس لیے اس بات کا امکان ہے کہ اسی کا ہو۔''

'' ہوں! بات ٹھیک ہے، لیکن اس کی تصدیق کیسے ہو؟ ''

'' تصدیق کچھ بھی مشکل نہیں ... '' یہ کہہ کر فرزانہ جھکی اور رومال چٹکی سے پکڑ کر اُٹھا لیا، پھر اسے ناک کے قریب لے گئی ... اسے سونگھتے ہی بولی:

'' اب اس میں کوئی شک نہیں رہا کہ یہ وہی رومال ہے۔''

'' کیا مطلب؟ ''

'' لو سونگھ لو اس میں سے اس سلوف کی ہلکی سی بُو اب تک آ رہی ہے۔''

'' اوہ! '' ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا اور پھر انہوں نے رومال کو سونگھا ... اب انہیں فرزانہ کی بات تسلیم کرنا پڑی۔

'' اور پھر سب سے حیران کن بات یہ ہے کہ سی مون اب تک عمارت کے نزدیک نہیں پھٹکا ... گویا وہ یہاں پہنچ تو چکا ہے، لیکن قلعے سے دُور رہ کر حالات کا جائزہ لے رہا ہے۔''

'' آؤ ... جلدی کرو ... ہمیں فوراً ابا جان تک پہنچ جانا چاہیے۔''

فرزانہ نے کہا اور رومال چٹکی میں پکڑے کار کی طرف بڑھی۔

قلعہ نما عمارت کے سامنے پہنچ کر وہ کار سے اُترے ... محافظوں کو پہلے ہی ان کے بارے میں بتا دیا گیا تھا، لہٰذا انہیں اندر داخل ہونے میں کوئی دقت نہ ہوئی ... انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر ان کا استقبال کیا:

'' تو آپ لوگ بھی شامل ہو گئے ہیں۔''

'' کیا کیا جائے ... مجبور تھے شامل ہونے پر ... '' خان رحمان نے کندھے اچکائے۔

'' ارے ! یہ کیا ہے فرزانہ؟ '' انسپکٹر جمشید کی نظریں رومال پر

پڑیں۔

''رومال ... سی مون کا۔''

''گھر سے ملا ہے؟'' انہوں نے پوچھا۔

''جی نہیں ... اس عمارت کے نزدیک ہی ایک درخت کے نیچے سے۔''

''کیا ... اس کا مطلب ہے، سی مون یہاں آس پاس ہی کہیں موجود ہے۔''

''اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے ...'' محمود بولا۔

''تب پھر ہمیں اس سے مقابلے کے لیے تیار ہو جانا چاہیے۔''

''جہاں تک میرا خیال ہے ... وہ بالکل تنہا ہے ابا جان ...'' فرزانہ نے پُر یقین لہجے میں کہا۔

''یہ بات تم کس طرح کہہ سکتی ہو؟'' فاروق نے منہ بنایا۔

''زبان سے ...'' فرزانہ بولی۔

''مذاق نہیں ...'' انسپکٹر جمشید نے اسے گھورا اور وہ سہم گئی۔

''ایک درخت کے نیچے یہ رومال پڑا تھا ... اس درخت کے آس پاس صرف ایک آدمی کے جوتوں کے نشانات موجود تھے، آس پاس بھی کسی اور آدمی کے جوتوں کے نشانات نظر نہیں آئے۔''

''بہت خوب ... تو تم نے اس بات کا بھی جائزہ لیا تھا ...'' انسپکٹر جمشید خوش ہو گئے۔

''جی ہاں! کیا کرتی ... یہ لوگ تو رومال کے سلسلے میں مذاق اڑا رہے تھے۔''

''بُری بات ہے ... مذاق اڑانے کے لیے موقع محل تو دیکھ لیا کرو ...'' انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

''بہت بہتر ابا جان! آپ کی یہ ہدایت یاد رہے گی۔'' محمود نے سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے کہا۔

''ہاں فرزانہ ... تو تم نے وہاں صرف ایک آدمی کے جوتوں کے نشانات دیکھے تھے؟''

''جی ہاں!''

''میرا اپنا بھی یہی خیال ہے کہ تم نے وہاں ایک ہی آدمی کے جوتوں کے نشانات نوٹ کیے ہوں گے۔''

''اور آپ کا یہ خیال کیوں ہے؟''

''اس لیے کہ سی مون کی ایک خاص عادت ہے ... اور وہ یہ کہ بالکل تنہا کام کرنے کا عادی ہے ... اپنے ساتھ ایک بھی آدمی نہیں رکھتا۔''

''ابھی ہم ہانگ کانگ سے تو پوری طرح فارغ ہوئے نہیں، کہ سی مون صاحب بھی ٹپک پڑے ...'' فاروق نے منہ بنا کر کہا۔

''لیکن پکا تو اسی کے سلسلے میں ہے ... یہ بھی تو دیکھو ...'' محمود بولا۔

''ٹھہرو ... میں فوجیوں کو ہدایات دے دوں۔''

انہوں نے وائرلیس سیٹ آن کیا اور بولے:

'' ہیلو مسٹر ڈوگر ... سی مون قلعے کے آس پاس پہنچ چکا ہے، ہوشیار ہو جاؤ ... خیال رہے، ہم اسے زندہ گرفتار کرنا چاہتے ہیں ... تاکہ مسلمانوں کو واپس لینا اور بھی آسان ہو جائے ...''

'' او کے سر ... فکر نہ کریں۔''

انہوں نے سیٹ آف کر دیا۔

'' ابا جان ... کیا ہم بلائنڈ کنگ سے ملاقات کر سکتے ہیں؟''

'' ضرور ... کیوں نہیں ... لیکن بلائنڈ کنگ سے مل کر کیا کرو گے۔''

'' جی بس ... اسے دیکھ کر دل خوش ہوگا ... آخر اسے ہم وناس سے گرفتار کر کے اپنے ملک میں لائے ہیں اور اب اس کے ذریعے ان گنت مسلمان واپس حاصل کریں گے ...'' محمود نے کہا۔

'' ٹھیک ہے ... آؤ ... مل لیتے ہیں ...'' انہوں نے کہا اور ان کو ساتھ لے کر بلائنڈ کنگ کی طرف چل پڑے۔

اس کی کوٹھری کے سامنے پہنچتے ہی وہ سکتے کے عالم میں رہ گئے ... ان کے سامنے ایک ایسا منظر تھا کہ انہیں اپنی آنکھوں پر یقین نہ آیا۔

بلائنڈ کنگ اور سی مون ان کے سامنے کھڑے تھے ... کوٹھری سے وہ پہلے ہی باہر نکل چکے تھے اور کوٹھری کا دروازہ چوپٹ کھلا پڑا تھا۔

☆☆☆

بہت خوب! آپ کوٹھری سے باہر اور مسٹر سی مون کو اس عمارت

کے اندر دیکھ کر بہت حیرت ہوئی ...'' انسپکٹر جمشید نے چہکتی آواز میں کہا۔

'' لیکن ہمیں آپ کو یہاں دیکھ کر ذرا بھی حیرت نہیں ہوئی ...'' سی مون نے سرد آواز میں کہا۔

'' اس لیے کہ ہر کام آپ کے پروگرام کے عین مطابق جو ہوا ہے ...'' انسپکٹر جمشید بولے۔

'' کیا مطلب؟'' سی مون نے چونک کر کہا۔

'' آپ کی ذہانت کا لوہا ماننا پڑتا ہے مسٹر سی مون ...'' انسپکٹر جمشید بولے۔

ان سب نے حیران ہو کر انسپکٹر جمشید کی طرف دیکھا:

'' یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں ابا جان؟'' فاروق کھوئے کھوئے لہجے میں بولا۔

'' کیا میں نے کوئی غلط بات کہہ دی فاروق؟'' انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر کہا۔

'' اگر آپ ان کی ذہانت کا لوہا مان گئے تو ہمارا کیا بنے گا۔''

'' تم بھی لوہا مان لو ... کسی کی کسی قابلیت کا اعتراف کرنا کوئی بری بات تو نہیں ...'' انہوں نے کہا۔

'' آپ کا اشارہ کس بات کی طرف ہے ... ذہانت تو ان کی شروع سے لے کر آخر تک پھیلی ہوئی ہے۔''

''انہوں نے ایک بہت زبردست چال چلی ہے... اب میں نے تمام حالات کا جائزہ لیا ہے تو اسی نتیجے پر پہنچا ہوں ...'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''کیا مطلب؟''

اب چونکنے کی باری سی مون کی تھی۔

''عرض کرتا ہوں ... آپ میرے اور بچوں کے گھر لوٹنے سے کافی پہلے آئے تھے ... بیگم نے جو باتیں بتائیں، ان سے یہ ظاہر ہوا کہ آپ نے ڈرائنگ روم میں بند رہ کر کچھ آلات وغیرہ فٹ کیے ہیں یا کچھ اور خفیہ قسم کی کارروائی کی ہے ... پھر محمود، فاروق اور فرزانہ آئے ... انہوں نے حالات سُن کر یہی اندازہ لگایا، پھر میں آیا ... جھڑپ ہوئی ... اور جھڑپ کے بعد جوڑ جوڑ الگ محسوس کیے ... ایسے حالات میں آپ مجھے اُٹھا کر ڈرائنگ روم میں لے گئے ... مجھے میز پر لٹا کر باندھ دیا ... ایک آلہ منہ کے پاس فٹ کر دیا اور دوسرا آلہ ہاتھ میں رکھا، اور پھر بات چیت کے دوران بتایا کہ ان آلات کے ذریعے مجھ سے راز معلوم کر لیا گیا ہے ... اسی وقت بیگم نے وہ سفوف استعمال کر کے سب کو چھینکنے پر مجبور کر دیا ... اور آپ فرار ہو گئے ... ہمیں ہوش میں لایا گیا ... نتیجہ ظاہر ہے ... ہوش میں آنے کے فوراً بعد میرا اس طرف بھاگ اُٹھنا ضروری تھا، اس وقت مجھے سب سے بڑا راز یہی معلوم تھا کہ بلائنڈ کنگ کو کہاں رکھا گیا ہے ... سو میں قلعے کی طرف نکل کھڑا ہوا اور بد

حواسی کے عالم میں ان میں سے کسی کو ساتھ بھی نہ لے سکا ... یہ اور بات ہے کہ اب یہ لوگ بھی یہاں موجود ہیں ...'' انسپکٹر جمشید یہاں تک کہہ کر خاموش ہو گئے۔

''پھر ... اس میں چال کیا ہوئی؟'' سی مون مسکرایا۔

''چال یہ تھی کہ ان آلات کے ذریعے کوئی راز وار معلوم نہیں کیا گیا ... صرف یہ احساس دلایا گیا کہ راز معلوم کر لیا گیا ہے، ظاہر ہے، راز معلوم کرنے کے بعد مسٹر سی مون سیدھے اس قلعے تک ہی پہنچتے، لیکن جب میں یہاں پہنچا تو مسٹر سی مون آپ کا یہاں نام و نشان تک نہیں تھا ... آپ تو دراصل یہاں تک میرا تعاقب کر کے پہنچے ہیں۔''

''اوہ!'' ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا ... آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

☆☆☆☆☆

آخری وار

چند سیکنڈ کی خاموشی کے بعد سی مون نے مسکرا کر کہا:

''ٹھیک ہے انسپکٹر جمشید ... بات یہی ہے ... آلات کے ذریعے میں کوئی راز معلوم نہیں کیا تھا ... وہ تو صرف ایک ڈرامہ رچایا گیا تھا۔''

''لیکن ابا جان ... امی جان نے آپ کے ہونٹ ہلتے محسوس کیے تھے۔''

''وہ تکلیف کے باعث ہل رہے تھے ...'' سی مون مسکرایا۔

''اور یہ بات بھی سمجھ میں نہیں آئی کہ ہمیں اپنے جوڑ الگ الگ کیوں محسوس ہونے لگے تھے ... جب کہ ہماری کوئی خاص لڑائی بھڑائی نہیں ہوئی ... اور پھر ذہن بھی سست پڑ گئے تھے ...'' محمود نے سوال کیا۔

''وہ کسی دوا یا زہر کا اثر تھا ...'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''جی ... کیا فرمایا ... دوا یا زہر کا اثر۔''

''ہاں بھئی ... اس چائے کو یاد کرو ... جس کی خواہش خود مسٹر سی

مون نے کی تھی ... یہ چائے پینے پر زور دے رہے تھے، گویا انہوں نے مہارت سے کام لیتے ہوئے چائے میں وہ دوا ملا دی تھی جس سے ہمارے ذہن متاثر ہوئے۔''

''لیکن آپ نے تو چائے پی ہی نہیں تھی۔''

''یہ ٹھیک ہے کہ میں نے خود چائے نہیں پی تھی ... بعد میں اس نے زبردستی چائے میرے حلق میں بھی انڈیل دی تھی، اس سے مسٹر سی مون یہ تاثر دینا چاہتے تھے کہ چائے پینے سے میرا ذہن متاثر ہوگا اور راز خود بخود بتا دوں گا ... اور پھر ہوش آنے پر یہی معلوم ہو کہ میں نے راز بتا دیا ہے، ایک بات اور ... تم اس کی آنکھوں کیت یز چمک کو بھول رہے ہو ... جس نے ہمیں ہلا کر رکھ دیا تھا ... یہ اسی کا اثر ہوگا ... کہ ہم میں طاقت کم ہو گئی اور ہمارا جوڑ جوڑ الگ محسوس ہونے لگا۔''

''اوہ! تو یہ بات تھی، لیکن آپ نے ہمیں چائے پینے سے منع کیوں نہ کیا؟''

''اس وقت تک یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی تھی ... میں پریشان ضرور ہو گیا تھا ... کہ یہ چائے کیوں پلانا چاہتے ہیں ... لہذا میں نے سوچا ... کم از کم مجھے چائے نہیں پینی چاہیے۔''

''اوہ ... تو یہ بات تھی ... لیکن حیرت ہے ... اس قدر پھرتی کہ ہم میں سے کسی کو بھی دوا ملانے کے بارے میں احساس نہ ہو سکا۔''

''احساس ہوتا بھی کیسے ... وہ دوا ان کی انگلی میں پہنی انگوٹھی

کے نگینے کے نیچے محفوظ ہے ... باتوں کے دوران اپنا چائے کا کپ اٹھاتے ہوئے انہوں نے چائے دانی پر ہاتھ صاف کر دیا ... یہ نگینہ بھی خاص قسم کا ہوگا ... انگلی کے دباؤ وغیرہ سے ایک طرف ہٹ جاتا ہوگا اور اسی لمحے ہاتھ کے ذرا سے جھٹکے سے دوا کا کوئی ذرہ چائے کی کیتلی میں گر گیا ہوگا۔'' انہوں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔

''کیوں مسٹر سی مون ... کیا یہی بات ہے؟'' محمود کے لہجے میں شبہ تھا۔

''ہاں! یہی بات ہے، لیکن اب ان باتوں کا کیا فائدہ ...'' وہ مسکرایا۔

''گویا مسئلہ اب صرف اتنا ہے کہ آپ مسٹر بلائنڈ کنگ کو چھڑا لے جانا چاہتے ہیں اور ہمیں مسلمانوں کو چھڑانے کے لیے مسٹر بلائنڈ کنگ کی بہت ضرورت ہے۔''

''ٹھیک ہے ... اگر تم روک سکتے ہو تو روک لو ...'' ان الفاظ کے ساتھ ہی سی مون کے ہاتھ میں ایک عجیب وضع کا پستول نظر آیا۔

''ثابت ہوگیا ... آپ واقعی اُصول پسند نہیں ہیں ...'' محمود نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''اچھا یہ بات ہے ... خیر ... یہ لو ...'' اس نے کہا اور پستول جیب میں رکھ لیا، بلائنڈ کنگ تو پہلے ہی خالی ہاتھ کھڑا تھا ... ساتھ ہی سی مون نے کہا:

''اگرچہ اس وقت ہمارا یہاں سے فوری طور پر نکل جانا بہت ضروری ہے، لیکن میں اپنی اُصول پسندی کو ہاتھ سے نہیں جانے دوں گا۔''

''اور اب آپ اپنی آنکھوں کی طاقت اور انگوٹھی میں موجود دوا کے ذرّے کو بھی استعمال نہیں کر سکیں گے ...'' فاروق بولا۔

''اس خیال میں نہ رہنا فاروق ... اس انگوٹھی میں کوئی پن بھی ہو سکتی ہے ... جس کے ذریعے خراش پیدا کر کے دوا جسم میں داخل کی جا سکتی ہے ... ہمیں اس انگوٹھی سے خبردار رہنا ہوگا ...'' انسپکٹر جمشید نے فوراً کہا۔

''اوہ!'' وہ گھبرا گئے۔

''پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ... مجھے حیرت صرف اس بات پر ہے ... اور وہ یہ کہ مسٹر سی مون ... آپ اندر داخل ہونے میں کس طرح کامیاب ہوئے۔''

''یہ کام تو میرے لیے سب سے زیادہ آسان ثابت ہوا ہے ...'' سی مون شوخ انداز میں مسکرایا۔

''کیا مطلب؟'' وہ چونکے۔

''جس وقت یہ لوگ میرا رومال اٹھا کر آگے بڑھے ... میں ایک درخت کی اوٹ سے نکل کر پیچھے ہو لیا ... محافظوں نے یہی خیال کیا کہ میں بھی ان کا ساتھی ہوں۔''

''اوہ!'' ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا... آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

''لیکن اب تم یہاں سے کیسے نکلتے... میرا مطلب ہے... اگر ہم تمہارے راستے میں نہ آجاتے...'' پروفیسر داؤد بولے۔

''میں نے ابھی ابھی جو پستول جیب میں رکھا ہے... اس کے ذریعے محافظوں کا پل بھر میں صفایا ہو سکتا ہے... وہ شاعی پستول ہے... اس سے پہلے کہ وہ سنبھلیں... شعاع ان تک پہنچ جائے گی... اس شعاع کی رفتار گولی کی رفتار سے سیکڑوں گنا زیادہ ہے۔''

''اوہ!'' وہ دھک سے رہ گئے۔

''اور ان حالات میں بھی مسٹر سی مون آپ نے پستول جیب میں رکھ لیا... میں اس کا مشورہ نہیں دوں گا... اصول پسندی کو ایک طرف رکھیے اور پستول نکال کر ان کا کام تمام کر کے نکل چلیے... اس سے اچھا موقع ہمیں نہیں ملے گا...'' بلائنڈ کنگ نے پہلی بار اس گفتگو میں حصہ لیا۔

''افسوس! میں ایسا نہیں کر سکتا... ہاں! اگر یہ پستول سے مجھ پر فائر کریں گے تو میں ضرور اپنا پستول کام میں لاؤں گا۔''

''اب تو ہم ہرگز پستول نہیں نکالیں گے...'' فاروق فوراً بولا۔

''میں اس کو بے وقوفی ہی کہوں گا...'' بلائنڈ کنگ نے جھلا کر کہا۔

''کس کی بے وقوفی مسٹر بلائنڈ کنگ... ہماری یا اپنی...'' فاروق مسکرایا۔

''مسٹر سی مون کی...'' اس نے غرا کر کہا۔

''آپ بلاوجہ پریشان ہو رہے ہیں... یہ لوگ تو میرے بائیں ہاتھ کی مار ہیں... یہ دیکھیے۔''

سی مون نے کہا اور بجلی کی سی سرعت کے ساتھ انسپکٹر جمشید پر چھلانگ لگا دی۔

اس چھلانگ میں اس قدر تیزی تھی کہ وہ بھونچکے رہ گئے، لیکن دوسرا لمحہ حیران کن ترین تھا... سی مون کا سر دیوار سے ٹکرایا تھا... وہ الٹ کر گرا، منہ سے ایک دل دوز چیخ بھی نکل گئی۔

اور پھر وہ ساکت ہو گیا۔

انسپکٹر جمشید نے صرف اتنا کیا تھا کہ نیچے بیٹھ گئے تھے... لیکن یہ نیچے بیٹھنا بھی کم پھرتی کا کام نہیں تھا... اگر وہ اس کی لپیٹ میں آگئے ہوتے تو اس وقت اس کی جگہ وہ لیٹے ہوئے ہوتے... اور یہ صرف دو چند سیکنڈ میں ہو گیا... اسی وقت بلائنڈ کنگ نے دروازے کی طرف چھلانگ لگا دی... خان رحمان نے فوراً اپنی ٹانگ آگے کر دی... وہ بھی اوندھے منہ گرا... بھیلے کی طرح ڈکرایا... اور پھر بلائنڈ کنگ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

اس مرتبہ انسپکٹر جمشید اس کے سامنے تھے... وہ پُرسکون آواز میں

بولے:

''اب تمہارے جسم پر لوہے کا لباس نہیں ہے مسٹر بلائنڈ کنگ ... تم اس قدر خطرناک نہیں ہو سکتے۔''

''یہ تمہاری بھول ہے۔''

اس نے کہا اور ایک بھرپور مکا ان کی طرف اُچھال دیا، انہوں نے جھکائی دی، لیکن مکا کندھے پر لگ گیا ... وہ لڑکھڑا گئے۔

بلائنڈ کنگ نے ایک بار پھر دروازے کی طرف چھلانگ لگائی۔

اس بار خان رحمان کی ٹھوکر بلائنڈ کنگ کی پنڈلی پر لگی ... دراصل وہ بھاگنے کے چکر میں تھا...جم کر لڑنا تو چاہتا ہی نہیں تھا... ٹھوکر لگتے ہی وہ چکرا کر گرا ... ساتھ ہی اس نے چلا کر کہا:

''خبردار ... شکست اب تمہارا مقدر بن چکی ہے ... اب تم مجھے روک نہیں سکو گے۔''

انہوں نے دیکھا ... وہ عین سی مون کے قریب گرا تھا ... اور اس کا ہاتھ سی مون کی اس جیب میں رینگ گیا جس میں سی مون نے شعاعی پستول رکھا تھا ... گویا بلائنڈ کنگ شعاعی پستول نکال لینا چاہتا تھا۔

اس سے پہلے کہ انسپکٹر جمشید اس پر چھلانگ لگاتے اور پستول نکالنے کی اس کی کوشش کو ناکام بنا دیتے ... بلائنڈ کنگ کے منہ سے نکلا:

''ارے ... یہ کیا۔''

''پستول اس طرف ہے مسٹر بلائنڈ کنگ ...'' فاروق کی آواز

نے انہیں چونکا دیا۔

وہ حیرت زدہ انداز میں اس کی طرف مڑے ... اور یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے کہ شعاعی پستول اب فاروق کے ہاتھ میں تھا۔

''ارے! یہ تم نے کب نکال لیا؟''

''سی مون کے گرتے ہی میں نے یہ کام کر ڈالا تھا ... جب مسٹر بلائنڈ کنگ انکل سے بھڑے تھے ...'' فاروق نے شوخ آواز میں کہا۔

بلائنڈ کنگ ساکت رہ گیا ... آنکھیں پھیل گئیں، پھر ان میں مایوسی تیرنے لگی۔

''تم ہار گئے مسٹر بلائنڈ کنگ ... ایک بار پھر ہار گئے ... لہٰذا فوراً اس کوٹھری کی راہ لو ... سی مون بھی اب تمہارے پڑوس میں رہے گا ... ساتھ والی کوٹھری میں ... دونوں باتیں کر کے وقت گزارنا ...'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''اب ہم اور بھی جلدی مسلمانوں کو واپس لینے میں کامیاب ہو جائیں گے ... کیا خیال ہے ابا جان؟''

''ہاں! پہلے تو ونتاس کی حکومت کو صرف بلائنڈ کنگ ہم سے لینا تھا ... اب بلائنڈ کنگ کے ساتھ سی مون بھی لینا ہے۔''

''رہ گیا پروفیسر ارتاک ...'' فرزانہ بڑبڑائی۔

''فکر نہ کرو ... اب میری پوری توجہ پروفیسر ارتاک پر صرف ہوگی ... کہ اسے کس طرح ہلاک کیا جائے ... یا اغوا کیا جائے۔''

''اغوا کرنے کی کیا ضرورت ہے جمشید ... پھر اس کو چھڑانے والے آئیں گے ... لہذا ختم کرنا ہی سب سے زیادہ مناسب رہے گا ... گویا فرزانہ کی ترکیب پر ہی عمل کیا جائے ...'' پروفیسر داؤد بولے۔

''عمل اور فرزانہ کی ترکیب پر نہ کیا جائے ... یہ تو ہو ہی نہیں سکتا۔''

'' فاروق نے منہ بنا کر کہا اور ان کے چہروں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

☆......☆......☆......☆......☆

محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید سیریز

مزید ناول شائع ہو چکے ہیں

- مخلص قاتل
- قلمی مہمان
- خطوط کا فریب
- کس کا ہاتھ
- گمنام ہمدرد
- سازش کا شکار
- چائے کا کپ
- کانسی کا مجسمہ
- کار کی تلاش
- انوکھی چال
- چال کا جواب
- لڑکی کا چہرہ
- ہیرا دیوی
- بوڑھا چہرہ
- حویلی کا اسرار
- مہنگی سیر
- ہیٹ والا
- نوٹ بک
- ریچھ نما آدمی
- موت کا تجربہ
- پستول والا
- سیاہ فام
- ستاروں کا کھیل
- قانونی کھیل
- اوچھا وار
- زخمی
- آخری تصویر
- ہنگاموں کا شہر
- بدنصیب ہوٹل
- بھیانک روپ
- بہت بڑی بلا
- سی مون
- غریب ہیرے
- انٹارکٹیکا کا جاسوس
- کھردری آواز
- مقدس آگ
- منصوبے کا قاتل
- موت کی مشین
- نیلاب ٹل
- حاتم کا بچہ
- سابوتی کے غلام

A-36 ایسٹرن اسٹوڈیو ز کمپاؤنڈ B-16 سائٹ، کراچی
0300-2472238, 32578273, 34268800
e-mail: atlantis@cyber.net.pk
www.inspector-jamshed-series.com